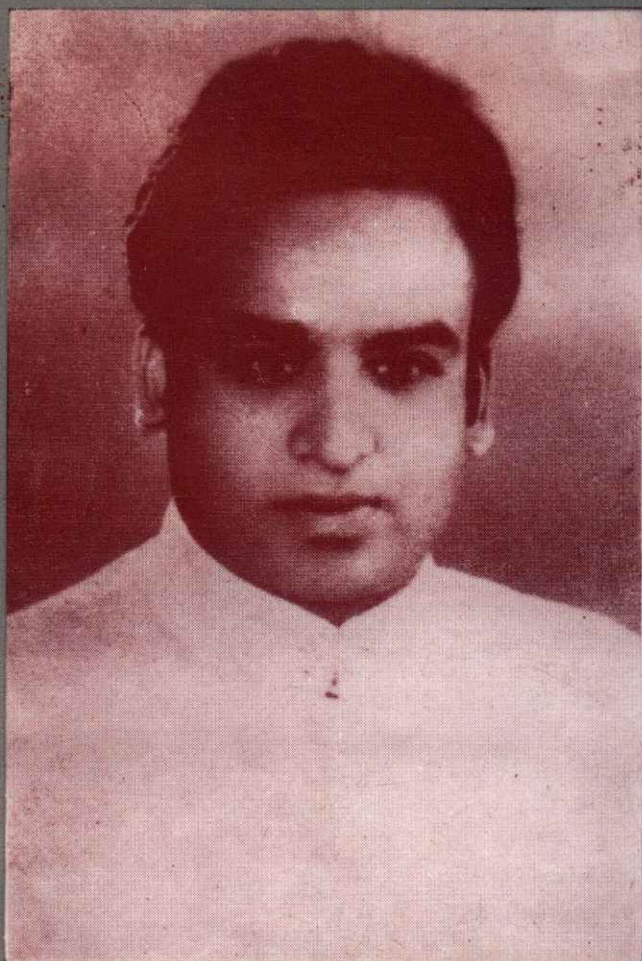


# خلش دہلوی

# حرف و نوا



خلشؔ دہلوی

# حرف و نوا





ہم نے خود تیرے لیے چھوڑ دیا دُنیا کو
سچ تو یہ ہے کہ یہاں کوئی بھی بیگانہ نہ تھا



جنونِ پرستش کا عالم تو دیکھو
خلش سجدے میں ہے گناہوں سے پہلے



پریشاں ہے کوئی رہ کر اُجالے کی فضا میں بھی
مگر کوئی اندھیروں میں اُجالے ڈھونڈ لیتا ہے



کب، کہاں، کیسے کوئی جانے جُدا ہو جائے
وقت کا کیا ہے، اچانک ہی خفا ہو جائے



اکیلے تھے تو زمانے سے آشنائی تھی
ہیں چند لوگ اب اپنے تو دل اکیلا ہے



ہم نے خود تیرے لیے چھوڑ دیا دُنیا کو
سچ تو یہ ہے کہ یہاں کوئی بھی بیگانہ نہ تھا



جنونِ پرستش کا عالم تو دیکھو
خلش سجدے میں ہے گناہوں سے پہلے



پریشاں ہے کوئی رہ کر اُجالے کی فضا میں بھی
مگر کوئی اندھیروں میں اُجالے ڈھونڈ لیتا ہے



کب، کہاں، کیسے کوئی جانے جُدا ہو جائے
وقت کا کیا ہے، اچانک ہی خفا ہو جائے



اکیلے تھے تو زمانے سے آشنائی تھی
ہیں چند لوگ اب اپنے تو دل اکیلا ہے

○

سامنے آپ کے ہم کھائیں وفا کی قسمیں
اِس سے بڑھ کر کوئی توہینِ وفا کیا ہوگی

○

چاند تاروں کے بھی آنسو نکل آئے ہیں خلشؔ
عشق جب حُسن کے پہلو میں کبھی رویا ہے

○

نظر سے پی کے بھی نشّہ نہ ہوسکا مجھ کو
دلِ خراب! بتا تو یہ کیا ہوا مجھ کو

○

اکیلی رات جو آہٹ کسی کی سُن لیتی
تو بول اُٹھتے یہ خاموشیوں کے سایے بھی

○

تم ہٹا دیتی ہو جب نیند کا آنچل رُخ سے
رات کے سینے میں تب صبح جواں ہوتی ہے



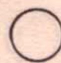
میکدہ ہو، کوئی مسجد ہو کہ بُت خانہ ہو
جس جگہ روح سکوں پائے، بھلی لگتی ہے



مدّتوں روئیں، بہت روئیں ہماری آنکھیں
اب تو ہمّت نہیں پلکوں کو بھی جھپکانے کی



یہ ہم کیا ہیں، ہمیں بھی کاش سکھلادے کوئی جینا
کسی کا دل کہیں ٹوٹے تو ہم بھی ٹوٹ جاتے ہیں



کیا نئی بات ہے کس سوچ میں کھویا ہے خلشؔ!
حسبِ معمول ہی روتی سی سحر آئی ہے



نہ جانے اِدھر سے یہ گزرا ہے کون
فضاؤں میں لرزش یہ کیسی ہوئی!



یوں بھی حالات سے مایوس نہ ہو جاؤ خلشؔ
صبح پلتی ہے سدا رات کی تاریکی میں



تری تلاش بھی، اُمّید بھی، تمنّا بھی
سبھی تو پاس ہیں، دل کیوں اُداس رہتا ہے



وقت کے گزرنے پر زخم بھر تو جاتے ہیں
دل سے میٹھی میٹھی سی اِک خلش نہیں جاتی



تبھی یہ جان سکے ہم کہ کیا ہے دل کی لگی
ترے حضور بھی جب دل اُداس رہنے لگا



اس طرح میرے خیالوں میں کوئی آتا ہے
جس طرح بادِ صبا صحنِ چمن میں آئے



وہ حوصلے، وہ ارادے، وہ ولولے نہ رہے
تھکا تھکا ہے مرا جسم، روح زخمی ہے



جب مرا دل مری آنکھوں میں اُتر آتا ہے
بھری دُنیا میں بس اِک تم ہی نظر آتی ہو



خونِ دل آنکھ سے ٹپکا تو گرا دامن پر
آج کُھل کر مرے ارمانوں نے ہولی کھیلی



زندگی سے بھی ذرا پیار نباہا ہوتا
کس لیے تم نے خلشؔ، موت سے یاری کرلی



گُل بدن، غنچہ دہن، جانِ چمن، نورِ جہاں
ہیں یہی تو مرے محبوب کے کچھ نقش ونشاں

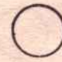


جام خالی ہو کہ لبریز، اُٹھا لینے دو
آج ساقی کی عنایت کا مزا لینے دو

گیت لکھّے ہیں کسی کے لیے میں نے جو خلش
وقت کے ساز پہ پل بھر مجھے گا لینے دو



اس دل پہ جتنے داغ ہیں، اشکوں سے دھوئیں آج
جی چاہتا ہے اُن سے گلے مل کے روئیں آج



آج بھی سر سے پاؤں تک آئینہ دلکشی کا تُو
آج بھی زندگی مری تیرے بغیر کچھ نہیں



صبح بھی جب فریب دے جائے
رات سے کیا گلہ کرے کوئی



تمھیں سے ربطِ محبّت، تمھیں سے شوقِ کلام
تمھارے وصل کی خواہش کوئی عجیب نہیں



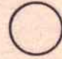
نظر نواز نظاروں میں دل نہیں لگتا
ترے بغیر بہاروں میں دل نہیں لگتا

کہاں ہے تو مری تنہا اداس رات کے چاند!
جو تُو نہیں تو ستاروں میں دل نہیں لگتا

تُمھیں سہارا بنو اب تمھیں قسم میری
اِدھر اُدھر کے سہاروں میں دل نہیں لگتا

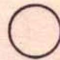


چاند کی اوٹ سے کیوں دیکھتے ہو چُھپ چُھپ کر
سامنے آؤ کہ جی بھر کے نظارا کر لیں

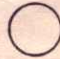


روزِ ازل سے ہم تمھیں آواز دیتے آئے ہیں
لیکن تمھارے پاس تو سُننے کی فرصت ہی نہیں

دیر و حرم میں جاؤں کیوں بے وجہ سر ٹکراؤں کیوں
دیر و حرم کو اے خلشؔ میری ضرورت ہی نہیں



غم کے نشے میں چُور ہم، بیٹھے ہیں تجھ سے دُور ہم
اے ساقیِ بزمِ طرب، نظریں مِلا، نظریں مِلا



آخر مری وفا نے انھیں موم کر دیا
آنکھوں میں ہے اب آتشِ نفرت بُجھی بُجھی

کیا کیا دِکھائے وقت نے قہر و غضب ہمیں
اب حوصلے ہیں سرد تو ہمّت بُجھی بُجھی



پھول جو تیری پرستش کے لیے گوندھے تھے
دیکھتے دیکھتے رنگ اُن کے نہ جل جائیں کہیں

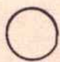


تیری تلاش میں پھرے دیوانہ وار ہم
ہر رہگزر کے ساتھ تھے ہر رہگزر سے دُور

صحرا میں اب خلش نے بنایا ہے اِک مکاں
معمار زندہ ہے غمِ دیوار و در سے دُور



تری گلی سے تو گزرا ہزار بار خلشؔ
قدم پھر آج یہ کیوں اُس کے لڑکھڑاتے ہیں



مرے دل میں ہیں کتنی حسرتیں، مگر اے خلشؔ یہ زباں ہے چُپ
میں سُلگ رہا ہوں اُس آگ میں، وہی آگ جس میں دُھواں نہیں



ایک فنکار کے حالات بہت پست سہی
اِس کے افکار کی پرواز ستاروں سے بلند

جھوٹے رشتوں سے پرے جا کے جو دیکھو گے خلشؔ
تو نظر آئیں گے دشمن تمھیں یاروں سے بلند



دیکھ کر پھولوں پہ شبنم کے گہر دھیان آیا
کوئی تو میری جُدائی میں بھی رویا ہوگا

سوکھی جاتی ہیں لبوں کی یہ لکیریں ساقی
تو نے یوں اِن کو کئی بار بھگویا ہوگا

اے خلشؔ مجھ کو شکایت نہیں طوفانوں کی
ناخُدا نے مری کشتی کو ڈبویا ہوگا



ایک محبوب کا سینہ ہے جہاں سر رکھ کر
سوچا کرتا ہوں یہ اکثر کہ خُدا ہیں تو نہیں!



ہم سے کہتے ہیں وہ، دُنیا کو بُھلا دیں ہم تو
خود ہمیں یاد نہ کرنے کی قسم کھائی ہے

لب ترستے ہیں مئے ناب کو، دِل ساقی کو
اِس پہ یہ اور غضب، کالی گھٹا چھائی ہے



عجیب کشمکش اس دل میں سر اُٹھاتی ہے
نظر ہر ایک کی جب تم پہ رُکتی جاتی ہے

مرے ندیم یہ اندازِ گفتگو تیرا!
ہر ایک دل کی تمنّا اُبھرتی آتی ہے



رُکیے رُکیے کہ رات باقی ہے
وعدہ تشنہ ہے بات باقی ہے



عشرتوں کا گزر چکا ہے جلوس
آنسوؤں کی برات باقی ہے



دعوتِ بوئے چمن یوں تو ہمیں ملتی رہی
ہوگئی کیا وہ کلی جس کی عبادت کی تھی



بس ایک گوشے میں ہے چاندنی، جہاں تم ہو
جو ویسے دیکھیے چاروں طرف اندھیرا ہے



خزاں کا دَور بھی کیا، موسمِ بہار بھی کیا
بدلتی رُت ہے کہ تیور کوئی تمھارا ہے



یہ تو اچھّا ہوا غیروں نے مجھے تھام لیا
ورنہ اپنوں نے مروّت سے بھی کب کام لیا

یک بہ یک اشک اُمڈ آئے مری آنکھوں میں
بے خودی میں جو کبھی میں نے ترا نام لیا



اس آسماں کے پرے اور بھی جہاں ہوں گے
کسی کے حُسن کے جلوے کہاں کہاں ہوں گے

گلوں میں دیکھ، بہاروں میں ڈھونڈ ان کو خلشؔ
جہاں بھی ہوں گے، وہی روحِ گُلستاں ہوں گے



جذبوں کی کشمکش میں نہ جانے یہ کیا ہُوا
آنسو تھے میرے، آپ کی پلکوں سے ڈھل گئے



یوں تو ہمارے پیار کی بستی اجڑ گئی
بنیاد دل میں اِک نئی دنیا کی پڑ گئی



تجھ کو سینے سے لگا لوں تو کوئی شعر پڑھوں
تیری زلفوں کو سجا لوں تو کوئی شعر پڑھوں



ہر لمحہ بانٹ لو گر جینا ہے اس جہاں میں
ورنہ یہ زندگی خود بن جائے گی تماشا



راستوں کی دلکشی اپنی جگہ
چلنے والوں کی بھی مرضی چاہیے

قسمتِ گیتی سنور سکتی تو ہے
آسمانوں کی بھی مرضی چاہیے



جلتے داغوں نے کہا مجھ سے کہ سنبھلو سنبھلو
میں سنبھلتا گیا اور داغ بھڑکتے ہی گئے



کل کے معتوب رسولوں کی طرح ہوں میں بھی
زرد پڑتے ہوئے پھولوں کی طرح ہوں میں بھی

کھو کے رہ جاؤں گا ہنگامۂ دنیا میں کہیں
ٹوٹنے والے اصولوں کی طرح ہوں میں بھی



ہر مسرت مرے دامن میں اماں مانگا کی
جانے کیوں۔ پھر بھی یہ سینہ رہا دہکا دہکا

دل جلوں سے کوئی پوچھے نہ سحر کے قصّے
اوس روتی رہی، گلشن رہا مہکا مہکا



ظلمتِ غم کی رِدا اوڑھ کے سونے والا
کتنا مجبور تھا تنہائی میں رونے والا



ہے وہ اُونچا تمام رشتوں سے
ملتا جُلتا سا کچھ فرشتوں سے



ساتھ تیرا تھا جینے کا لُطف آ گیا
مدّتوں بعد پینے کا لُطف آ گیا



نہ لے چلو کسی بزمِ طرب میں مجھ کو خلش
مرے بھی گھر میں مسرّت اُداس بیٹھی ہے



بہاروں سے اٹھکھیلیاں کرتے کرتے
خراماں خراماں چلے آ رہے ہیں



ہم بھی دل لے کے کہاں آئے خلشؔ
دل کا جس دور میں کچھ کام نہیں



ساری دُنیا کو سُنانے جو چلا تھا میں خلشؔ
جانے کیوں دل سے نہ وہ شعر زباں تک آئے



روبرو میرے مرے نام کا جو سجدا کریں
وہی تو ہیں جو مرے پیچھے مجھے رسوا کریں



شبِ تاریک ہو گئی روشن
میری آنکھوں میں کس کا خواب آیا



وعدوں پہ تمھارے مرے نغمات تھے زندہ
وعدے نہ رہے آج وہ نغمے نہ رہے آج



ساری دُنیا کو سُنانے جو چلا تھا میں خلشؔ
جانے کیوں دل سے نہ وہ شعر زباں تک آئے



سُکھ کا موسم جانے کب اب لوٹ کے آئے پھر سے
کہاں گیا وہ بھولا بچپن کہاں گئیں وہ باتیں



ہر طرف زندگی کے میلے رہے
ہم تو تنہا رہے اکیلے رہے



مرے چہرے پہ یہ تھکن کے نشاں
بے وفائی کے تیری قصّے ہیں



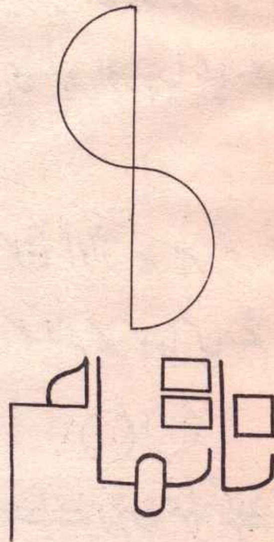
میں جو ہنس دوں تو ہنسیں اہلِ زمانہ بھی خلشؔ
اور رو دوں تو یہاں کوئی مرے ساتھ نہیں

## اشعار

سرخ سی چیز پیالوں میں جو آتی ہے نظر
ہے تمھارا ہی لہو اور پیا کیا تم نے

پوچھتی ہے کوئی آواز یہ ہر لمحہ خلش
میری اُلفت کا صلہ مجھ کو دیا کیا تم نے

آئینے کے سامنے چہرہ مرا کہنے لگا
تیرے ہونٹوں پر ہنسی اب کیسی بیگانی لگے




## متفرق اشعار



اپنے ہی شہر میں بیگانہ ہوں جانے کیوں آج
سب کے نزدیک میں دیوانہ ہوں جانے کیوں آج
تھا مرا پیار کبھی زندہ حقیقت کی طرح
ایک بھولا ہوا افسانہ ہوں جانے کیوں آج



یہ نہیں ہے کہ تم حسیں نہ رہیں
یہ نہیں ہے کہ میں جواں نہ رہا
ہم نے مل جُل کے پیار سے لیکن
جو بسایا تھا وہ جہاں نہ رہا



دل کے ہر چاک کو ہر زخم کو سینا ہوگا
مے ملے یا نہ ملے زہر بھی پینا ہوگا
تیری محفل نہ سہی، درد کا ویرانہ سہی
زندگی ہم سے یہ کہتی ہے کہ جینا ہوگا



لوگ کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں خلشؔ
جو خدائی کا بھرم رکھتے ہیں
یہ زمانہ نہ انھیں پہچانے
وہ زمانے کو بدل سکتے ہیں



میرا جنونِ عشق کبھی کم نہ ہو سکا
پل بھر کو مجھ سے دُور، ترا غم نہ ہو سکا
تیرا خیال دل کو دُکھاتا رہا مگر
عالم مرے خیال کا برہم نہ ہو سکا



اِک زمانے سے مرے گیت ہیں سہمے سہمے
جانے کن وادیوں میں کھو گیا جذبہ میرا
دیکھتے دیکھتے کیا ہو گئی حالت دل کی
جاگتے جاگتے کیوں سو گیا جذبہ میرا



جو زلفیں تمھاری مہکنے لگی ہیں
فضائیں بھی جیسے بہکنے لگی ہیں
ستاروں کی دُنیا میں ہلچل مچی ہے
ہوائیں مچلنے تھرکنے لگی ہیں



جس طرف دیکھیے، نفرت کے سوا کچھ بھی نہیں
دل شکن جذبوں کی شدّت کے سوا کچھ بھی نہیں
ایسے حالات میں اُمّیدِ سحر کیا کیجے
زندگی، رات کی ظلمت کے سوا کچھ بھی نہیں



گھر کا آنگن سجائے زمانہ ہوا
اُن کو مہماں بنائے زمانہ ہوا
زندگی، تشنگی بن گئی ہے خلش
جام لب سے لگائے زمانہ ہوا



سادہ دل ہوں تبھی تو روتا ہوں
ورنہ اِس زیست میں کمی ہے کیا
آج بھی مجھ سے پوچھتے ہیں لوگ
تیری آنکھوں میں یہ نمی ہے کیا



اب تو رونے کے لیے آنکھ میں آنسو بھی نہیں
آج کس بات پہ احساس نے چھیڑا مجھ کو
اپنی یادوں سے کہو دل سے نہ اب کچھ مانگیں
جو مرے پاس تھا سب دے دیا جاناں تجھ کو



راستے جب بھی کٹھن ہو جائیں
کیوں قدم خود ہی سنبھل جاتے ہیں
غیر دیتے ہیں سہارا بڑھ کر
اپنے جس وقت بدل جاتے ہیں



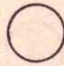
کتنے ہی داغوں کو سینے میں سجا کر پھر ہم
انجمن تیری سجانے کو چلے آئے ہیں
گیت جو ہم نے کبھی تیرے لیے لکھّے تھے
آج پھر تجھ کو سنانے کو چلے آئے ہیں



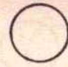
وہ نگاہیں کہ جواب خود بھی ہیں بدلی بدلی
مجھ میں کیوں ڈھونڈتی ہیں آج وہ پہلی سی بات
لمبی ہوتی ہیں کسی وقت کی پرچھائیں خلشؔ
دھند میں کھو گئی کل کی وہ رو پہلی سی بات



بڑی دُور تک ہمسفر تھی محبّت
بڑی دُور تک ساتھ آئی جوانی
کوئی آکے پوچھے غمِ دل سے میرے
کہاں رہ گئی زندگی وہ دوانی



ایک لمحہ جو محبّت کا گزارا تھا کبھی
اُسی لمحے کے سہارے تمھیں پھر یاد کیا
اور پھر رو نہ سکے خوف سے رسوائی کے
جبرِ حالات نے احساس کو برباد کیا



بیچ اشکوں کے، حسینوں نے بہت قسمیں دیں
جانے کیوں دل کو وفاؤں نے تری گھیر لیا
پھر کسی بزمِ طرب کی طرف اُٹھّے نہ قدم
چند معصوم اداؤں نے تری گھیر لیا



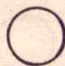
میرا موضوعِ سخن تُو ہے، مگر لگتا ہے
وہ کوئی اور ہے جو شعر سُنے گا میرے
پھول تیرے لیے گلشن میں سجائے ہیں نے
جانے وہ کون ہے جو اشک چنے گا میرے



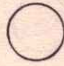
آنکھیں روئی ہوئی، افسردہ نظر، لب خاموش
رات کے سایوں میں یہ کون چلا آیا ہے
اس کے بڑھتے ہوئے قدموں کی ہر آہٹ پہ خلش
دل یہ کہتا ہے کہ پیغامِ خدا آیا ہے



نظر اب جس طرف بھی دیکھتی ہے
جو منظر کل تھے، وہ منظر نہیں ہیں
زمانہ منزلیں طے کر چکا ہے
مگر تم بھی وہیں، ہم بھی وہیں ہیں



کبھی درد و غم کے شراروں نے لوٹا
کبھی مسکراتے نظاروں نے لوٹا
کبھی نذرِ طوفاں ہوئی کشتیِ دل
کبھی ہاتھ کھولے کناروں نے لوٹا



ہر چمن پر نکھار آجاتا
ہر کلی میں شگفتگی ہوتی
تم اگر میرے ہم نفس ہوتے
کتنی رنگیں یہ زندگی ہوتی



شوخ ، چنچل ہوا کے جھونکوں نے
میرا در جب بھی کھٹکھٹایا ہے
تیری گم گشتہ قربتوں کی قسم
میرا دل درد سے بھر آیا ہے



آنکھوں سے جو دور ہو وہ دل کے نزدیک آجائے
سامنے جو بیٹھا ہو اپنے، یاد اس کی تڑپائے
اک شاعر کا ایک تخیل، اس کے لاکھوں مہماں
کوئی رو دے، کوئی ہنس دے، اور کوئی ترسائے



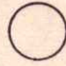
اندھیری رات کے سایوں سے دوستی کرلی
سحر سے جب ہمیں اُمّیدِ روشنی نہ رہی
ہمیں جہان کے عیش و طرب سے کیا لینا
ہمارے واسطے غم کی کبھی کمی نہ رہی



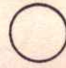
چلو کچھ دیر کو ہنس بول لیں ہم
کہیں ٹوٹے نہ پھر سر پر قیامت
غم و اندوہ کی دُنیا میں یارو
خوشی کے چند لمحے بھی غنیمت



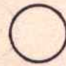
گلرنگ فضا کا آئینہ اِک آن میں میلا ہو جائے
جب دھول اُڑاتی آئے ہوا ہر رستہ دُھندلا ہو جائے
یہ پاسِ وفا، یہ لُطف و کرم، یہ مہر و محبّت کچھ بھی نہیں
یہاں جنم جنم کا ساتھی بھی، پل بھر میں پرایا ہو جائے



جب بن سکے نہ تم مرے، پھر انتظار کیوں
گلشن میں تم نہیں ہو تو فصلِ بہار کیوں
دیکھا کسی حسیں کو تو دل میرا کہہ اُٹھا
تم سامنے نہیں تو فضا پر نکھار کیوں



دُنیا میں نہیں جنسِ تجارت کیا چیز
ظلمت کی کمی کیسی سیہ خانے میں
تم عہدِ وفا کو لیے پھرتے ہو خلشؔ
بِک جاتے ہیں ایمان بھی انجانے میں



روز مرنے سے تو بہتر ہے کہ انساں اک بار
مر مٹے اور زمانے سے کنارا کر لے
سوچ لے دل میں کہ اِس جاتی ہوئی دنیا میں
کوئی اپنا نہیں، غیروں میں گزارا کر لے



تیرا کہنا کہ میرے گیتوں پر
غیر کا سایہ بھی قیامت ہے
میرا کہنا کہ تیرے ہونٹوں پر
کیوں کسی غیر کی حکایت ہے



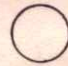
بھگو نہ اشکوں سے دامن پُرانی باتوں پر
میں تیری مانگ میں پوجا کے پُھول بھر دوں گا
خدائی بھر کی یہ رونق، یہ دلکشی ساری
خدا سے چھین کے میں تیرے نام کر دوں گا



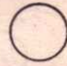
ایک ہل چل مچی اُمنگوں میں
دل میں ارمان سر اُٹھانے لگے
مے وہ نشّہ نہیں جو بہکا دے
تجھ کو دیکھا تو ڈگمگانے لگے



جب کبھی دیکھتا ہوں ہاتھ کسی کے پیلے
تیری یادوں کے نقوش اور اُبھر آتے ہیں
گیت جو تیرے لیے گاتے تھے میں نے اِک دِن
اشک بن بن کے جہاں بھر میں بِکھر جاتے ہیں



بساتے ہوتے دل میں صورت تری
میں اِک دن جہاں سے گزر جاؤں گا
لرزتے ہوتے آنسوؤں کی طرح
ترے راستوں میں بِکھر جاؤں گا



میرے احساس کی اُجڑی ہوئی دُنیا میں کہیں
رات ہونے دے نہ کمبخت سحر ہونے دے
زندگی میری بھی ہے کیسا تماشہ یارب
جو اِدھر ہونے دے مجھ کو نہ اُدھر ہونے دے



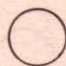
رنگ و نور و سرور کی باتیں
اب کہاں وہ حسیں ملاقاتیں
میری دُنیا ہیں حسرت و آلام
میری قسمت ہیں ہجر کی راتیں



مانا، تمھیں تو ہم سے محبّت نہ ہوسکی
تم سے مگر ہمیں کبھی نفرت نہ ہوسکی
چاہا بہت کہ تُم سے کہیں اپنا حالِ دل
لیکن قبولِ عشق کی ذلّت نہ ہوسکی



کبھی آنسو بہا کے دیکھ لیا
اور کبھی مُسکرا کے دیکھ لیا
موسمِ گل بھی ہے خزاں بردوش
ہر چمن ہم نے جا کے دیکھ لیا



کیوں خلشؔ سارے زمانے سے خفا رہتے ہو
رہ کے دُنیا میں بھی دُنیا سے جُدا رہتے ہو
کسی محفل میں تمھیں کیا کوئی اپنا نہ مِلا
تم جو تنہائی کے عالم میں سدا رہتے ہو



زمانے کا عجب عالم، عجب دستُور پاتے ہیں
جو جابر ہے یہاں اس کو بھی ہم مجبُور پاتے ہیں
یہ انساں مدّتوں سے غم کی تاریکی میں ڈُوبا ہے
اسے ہم ہر خوشی، ہر روشنی سے دُور پاتے ہیں



ٹھکرا کے ہر خوشی کو محفل سے لوٹ آیا
عیش و نشاط کی میں منزل سے لوٹ آیا
ایسے بھٹک رہا ہوں طغیانِ جنوں میں
جیسے کوئی سفینہ ساحل سے لوٹ آیا



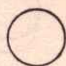
ایک بے کار تمنّا کا سہارا لے کر
کب تلک غم کے اندھیروں میں یونہی بھٹکے گا
زندگی اتنی بھی ویراں تو نہیں ہے، لیکن
اس حقیقت کو خلشؔ تو بھی کبھی سمجھے گا!



آ جاتے تیری یاد تو اے جانِ آرزو
دل تلملا سا اُٹھتا ہے اب بھی کبھی کبھی
لیکن عجیب ہے مری خود داریِ وفا
جو تیری بے رُخی کو گوارا نہ کرسکی



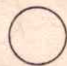
تلخیِ ایّام سے گھبرا کے ہم
لوٹ آئے دُور کتنے جا کے ہم
عمرِ رفتہ کی کہیں کیا داستاں
رو دیے دل کو شکستہ پا کے ہم



آسروں سے نہ مانگو کبھی آسرا
کچھ نہ پایا تو آخر بکھر جاؤ گے
موت کی جستجو میں رہو گے سدا
موت آئے گی لیکن نہ مر پاؤ گے



روبرو اُن کے میں پہچانا گیا
ورنہ کیوں کر کوئی پہچانے مجھے
میں تو ہوں اِک خاک کا ذرّہ خلشؔ
پھر یہ دُنیا کس لیے جانے مجھے



شمعیں ماضی کی بُجھی جاتی ہیں
دلِ بے تاب! نئے دیپ جلا
داغ مرجھانے لگے یادوں کے
چشمِ بے خواب! نئے پھول کھلا



شمعِ اُمّید سرِ شام بُجھانے والے
میرے ہونٹوں کے تبسّم کو چُرانے والے
سیج پر پھُولوں کی ہو تیرا بسیرا ہر دم
میرے ہر گام پہ خاروں کو بچھانے والے



دِل پہ ہر ظلم و ستم جھیل لیا چپ رہ کر
زہرِ حالات کو خاموشی سے پینا سیکھا
جو جُھلستے رہے، کِھلتے رہے، ہنستے بھی رہے
اے خلشؔ ہم نے اُنھی پھولوں سے جینا سیکھا



لُطفِ مے نوشی میں اِک عمر گزاری ہے مگر
تلخ کامی میں بھی جی لوں گا، جو تم جینے دو
اپنے احساس کا زہر، اپنی تمنّاؤں کا خون
ڈال کر اپنے پیالے میں مجھے پینے دو



جب سے دیکھی ہیں نم آنکھیں اُن کی
ایک اُلجھن میں گرفتار ہوں میں
دلِ ناکام کو سمجھاؤں تو سمجھاؤں کیا
جانتا ہوں کہ گنہگار ہوں میں



سرد، خاموش، سیہ رات کے سنّاٹے میں
ایک آواز جو آتی ہے تو رو دیتا ہوں
اور اس ڈر سے کہ رسوائی نہ ہو تیری کہیں
بہتے اشکوں کو میں پلکوں میں سمو لیتا ہوں



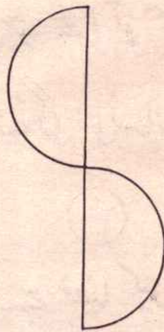
کیا مِلا اہلِ محبّت کو یہاں، تو ہی بتا
مجھ سے اے دوست تو مقسومِ محبّت مت پوچھ
آس، اُمیّد، چُبھن، قربتِ جاناں کی خلش
ان کو سینے میں بسا لینے کی قیمت مت پوچھ

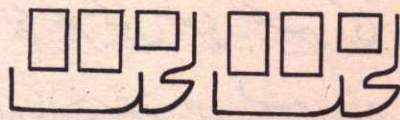
## قطعات

تم تو شاعر ہو، ذرا خود کو سنبھالو تو سہی
تم بکھر جاؤ گے، ایمان بکھر جائے گا
اور ایمان جو بکھرا تو سمجھ لو یہ خلش
زندگی بکھرے گی، انسان بکھر جائے گا



تھرتھراتی ہے فضا کیوں دل کی
آنکھ پھر کیوں مری بھر آئی ہے
اُن کی خوشبو میں بسی نرم ہوا
ان کے آنے کی خبر لائی ہے





# قطعات

## گیت

آج مجھ سے نہ کہو گیت نیا گاؤں میں

گیت کتنے ہی ترے واسطے گائے ہیں نے
یاد میں تیری بہت اشک بہائے ہیں نے
دیپ طوفانی ہواؤں میں جلائے ہیں نے
روشنی یہ بھی نہ دیں اب تو کہاں جاؤں میں

اب نہ لوٹیں گے وہ دن پیار کی برکھاؤں کے
دیپ بجھتے ہیں تو بجھنے دو تمنّاؤں کے
آشیاں گر جلیں، جلنے دو تم آشاؤں کے
آج مجھ سے نہ کہو گیت نیا گاؤں میں

اب تو ہر بات پہ بس جام چھلک جاتا ہے
اور ایماں بھی سرِ شام چھلک جاتا ہے
کیسے انسان یہ بے دام چھلک جاتا ہے
ان فضاؤں سے بہت دُور کہیں بھاگ چلیں

دل تو کہتا ہے کہ صحرا میں بہا دیں ندیاں
تشنہ ہونٹوں کی منڈیروں پہ سجا دیں ندیاں
پتھّر آنکھوں کو بھی اِک بار بنا دیں ندیاں
پھر یہ آواز ہے کیسی کہ چلو بھاگ چلیں

کیسی محفل میں مجھے لا کے بٹھایا یارو
اجنبی چہرہ تھا جو بھی نظر آیا یارو

## نغمہ

کیسی محفل میں مجھے لا کے بٹھایا یارو!
اجنبی چہرہ تھا جو بھی نظر آیا یارو!
جی میں آتا ہے کہ بس بھاگ چلیں بھاگ چلیں

یوں تو ہر گیت کا عنوان بنا بیٹھا ہوں
بھری محفل کا میں مہمان بنا بیٹھا ہوں
زندگی ہار کے انسان بنا بیٹھا ہوں
پھر بھی جی چاہتا ہے بھاگ چلیں بھاگ چلیں

دعوتِ عیش رہے آنکھوں کے ڈورے اُن کے
تار چاہت کا بنے آنکھوں کے ڈورے اُن کے
پھول سے دل میں بسے آنکھوں کے ڈورے اُن کے
پھر بھی جی چاہتا ہے بھاگ چلیں بھاگ چلیں

# گیت

من بھی کیا ہے ایک پہیلی
گھور اُداسی جس کی سہیلی
سانس کی ڈوری ٹوٹ جائے، پیاس مگر گم ہونے نہ پائے
بہکائے پُروا البیلی
من بھی کیا ہے ایک پہیلی
پیار کا دیپ جلے جس من میں اک مندر بس جائے تن میں
پھر بھی آشا رہی اکیلی
من بھی کیا ہے ایک پہیلی

گونگے ماحول میں گونجے دلِ حسّاس کی چیخ
سوتے انسان کو اِک بار جگایا جائے

مرمریں نرم بدن اور گھنیری زلفیں
پھول سے چھپئی رخسار سُنہری زلفیں
آج پیاسا نہ رہے کوئی بھی محفل میں خلشؔ
آج ساقی کو بھی اِک جام پلایا جائے

## نغمہ

دل کا اجڑا ہوا کاشانہ سجایا جائے
بجھتے داغوں کو سرِ شام جلایا جائے

یہ سفر، لمبا سفر جلتی ہوئی راہوں کا
آسرا کوئی اگر تھا تو مری باہوں کا
ہم بہت رو لیے خاموشیوں کے سائے میں
آج پھر کیوں نہ زمانے کو رُلایا جائے

جس طرف دیکھیے نفرت کے سوا کچھ بھی نہیں
زندگی پیار کی ذلّت کے سوا کچھ بھی نہیں

شوخ و رنگیں نظاروں سے دل بھر گیا
بے وفا چاند تاروں سے دل بھر گیا
گُل رخوں، گُل عذاروں سے دل بھر گیا
دل کی دُنیا جلاؤں اکیلا یہاں

شعر پڑھتا رہوں پاس بیٹھی رہو
میرے شعروں پہ تم داد دیتی رہو
موسمِ گل کی صورت مہکتی رہو
چاند تارے سجاؤں اکیلا یہاں

گیت میرے تو اکثر سُلگتے رہے
فُرقتِ جانِ جاں میں مچلتے رہے
جستجو میں کسی کی بھٹکتے رہے
کیسے اُن کو سُناؤں اکیلا یہاں

# نغمہ

وقت کیوں کر بِتاؤں اکیلا یہاں
کیسے محفل سجاؤں اکیلا یہاں

مے برستی رہی شام ڈھلتی رہی
دُور وادی میں مستی مچلتی رہی
دِل میں اِک آس کی شمع جلتی رہی
کیسے اُن کو بُلاؤں اکیلا یہاں

حسرتیں یوں بڑھیں اِک سمندر ہوئیں
حسرتوں کے سفینوں کا ساحل نہیں
چار جانب سے مُنہ زور لہریں بڑھیں
کیسے دامن بچاؤں اکیلا یہاں

## گیت

بڑی ہی کٹھن ہیں یہ جیون کی راہیں
پریشان سانسیں، سُلگتی نگاہیں

کہیں دُور ہیں کچھ دِیے ٹمٹماتے
نظر آ رہے ہیں جو بُجھتے نہ جلتے
یونہی میری پلکوں پہ آنسو ہیں میرے
نہ آنکھوں میں رُکتے، نہ آنکھوں سے ڈھلتے
بڑی ہی کٹھن ہیں یہ جیون کی راہیں
پریشان سانسیں، سُلگتی نگاہیں

یہ نیلا گگن اور یہ چاند تارے
ہیں صدیوں سے جانے یہ کس کے سہارے
جلاتے ہوئے پیار کی شمع دل میں
کریں غم کے ماروں کو کیا کیا اشارے
بڑی ہی کٹھن ہیں یہ جیون کی راہیں
پریشان سانسیں، سُلگتی نگاہیں

اکثر ہم اپنے حال پہ گُم سُم سے رو دیے
اور آنسوؤں نے دل کے سبھی داغ دھو دیے
یوں تو وفائے یار نے رہ رہ کے دی صدا
لیکن سب اپنے راستے خود ہم نے کھو دیے
یہ زندگی کا کارواں یوں ہی گزر گیا

## نغمہ

یہ زندگی کا کارواں یوں ہی گزر گیا

کچھ آشیاں کے سائے میں مسرُور ہو گئے
کچھ بجلیوں کے ڈر سے بہت دُور ہو گئے
شرما رہی تھیں خود سے کچھ ایسی رُتیں بھی تھیں
موسم کچھ اپنے آپ پہ مغرُور ہو گئے
یہ زندگی کا کارواں یوں ہی گزر گیا
گہوارۂ سکون کے پالے ہوئے تو تھے
طغیانیِٔ حیات کو ٹالے ہوئے تو تھے
ہم جانتے ہوئے بھی بھنور میں اُتر گئے
گو زندگی کی ڈور سنبھالے ہوئے تو تھے
یہ زندگی کا کارواں یوں ہی گزر گیا

آج کانٹے ہی کانٹے ہیں چاروں طرف
پھول سارے کے سارے وہیں رہ گئے

دوستو! میں ہنسوں بھی تو کیسے ہنسوں
اپنا دامن مسرّت سے کیسے بھروں
دُور ساحل سے ڈوبا سفینہ مرا
ہاتھ کھولے کنارے وہیں رہ گئے

## گیت

چھوڑ آتے تو ہیں ان کی محفل مگر
زندگی کے سہارے وہیں رہ گئے

آنسوؤں میں سجا کر کسی کے ستم
اپنے دِل سے بھلا کر وہ عہدِ کرم
ہم خزاؤں میں بھٹکا کیے رات دن
رنگ و بُو کے نظارے وہیں رہ گئے

اپنا گلشن بھی پھولوں سے پُر نور تھا
رنگ و نکہت پہ اِک دن یہ مغرور تھا

پاس کانٹوں کا ہم تو کرتے رہے
رنگ، حسنِ چمن میں بھرتے رہے
ہم، کہ درد آشنا تھے، شاعر تھے
ورنہ پھولوں سے دِل لگی ہوتی

دِل کا زخمِ طلب کہیں نہ سِلا
مندروں میں نہ مسجدوں میں ملا
چاہ جس آشنا کی تھی ہم کو
زندگی ورنہ بندگی ہوتی

# نغمہ

نم خلش سے کبھی جو مل لیتیں
شوخ اداؤں میں سادگی ہوتی
گُل ترستے نہ لمسِ شبنم کو
ہنستی آنکھوں میں اِک نمی ہوتی

ہم سے مہر و وفا کی سو باتیں
اور غیروں سے بھی ملاقاتیں
اور پھر خود بخود ہی رو پڑتا
زندگی اتنی کیوں دُکھی ہوتی

یہ خون پسینہ اِک دن تو
رنگ اِس دُنیا میں لائے گا
تاریک مکانوں سے اپنے
اِک دن تو اندھیرا جائے گا
اُمّید نہ کھو، بے آس نہ ہو
اب دُور نہیں ہیں سویرے

اِن فاقہ کش انسانوں کو
محنت کے ان پروانوں کو
اب روک نہیں سکتا کوئی
بڑھتے ہوئے اِن طوفانوں کو
دھرتی کے کونے کونے میں
ڈالیں گے ہم اپنے ڈیرے

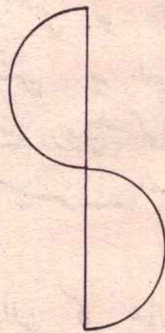
جلتے ارماں ہنستے چہرے
کانٹوں میں پھول سنہرے

# گیت

جلتے ارماں ہنستے چہرے
کانٹوں میں پھول سُنہرے

وہ وقت کبھی تو آئے گا
جب گلشن یہ لہرائے گا
اور چین سے روٹی کھائیں گے
بچّے یہ تیرے میرے

مانا کہ خزاں کا مارا ہے
صیّاد کی باہوں میں ہے گھرا
اے قوم و وطن کے شیدا تو
غربت کی راہوں میں ہے گھرا
اِک دن تو چھٹ ہی جائیں گے
تیری قسمت کے اندھیرے



# سازِ لرزاں

## نغمے اور گیت

سرفرازی دو گے
میری یادوں کو
اپنے لیے امر کرلو گے
تو تمھارے پیار کی سوگند
لافانی تاج کی سوگند
چلی جاؤں گی میں اُس پار
ان زنجیروں کو
سماج کی ان دیواروں کو
توڑتی ہوئی، ڈھاتی ہوئی!!!
اور آج وہ گم کردۂ منزل
مری زندگی کی مُراد
وہ پیکرِ شباب
میرے گیتوں کی آن
ایک دھندلا سا تصوّر بن کے جب
ماضی کے دریچوں سے
وہ وعدہ یاد دلاتی ہے
بنا پنکھ کے پنچھی کی مانند
پھڑپھڑاتا ہی رہ جاتا ہوں
یادوں کے پھول سمیٹے ہوئے
سوچوں کی ڈوری میں لپٹا
کئی تاج محل بنواتا ہوں

## وعدہ

گھٹا جھوم کے برسی
باغوں میں ہریالی رقص کرنے لگی
کہیں شادمانی کے بج اُٹھے ساز!
کہیں چھلکنے لگے جام نگاہوں کے
اور ایسے میں اچانک ہی
ایک آواز سُریلی سی
کانوں سے مرے ٹکرائی
جیسے جلترنگ بج اُٹھے ہوں
کہیں خاموش فضا میں
وہ آواز
وہ سرگم وہ دُھن بانسری کی
یہی دُہراتی جاتی تھی...
اگر وعدہ کرو کہ تم بھی
مجھے ممتاز کی مانند

## ملاقات

صدیوں کے بعد اچانک یہ مُلاقات
رُکا رُکا سا وقت!
ساکت سی کائنات ـــ!!
دونوں طرف خاموشی

عہدِ وفا کی باتیں
بُھولی ہوئی ملاقاتیں
بن کے تاریک سائے
آنکھوں کے سامنے کرنے لگی ہیں رقص

لمحوں کا ستایا ہُوا
گھڑیوں کا مارا ہوا
انسان
خاموش!
چُپ چاپ سہما ہُوا
رہ جاتا ہے
رو دیتا ہے

# وقت کی پرواز

یہ وقت، یہ لمحے، یہ گھڑیاں
سارے جہاں سے بے نیاز
ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ہوئے!
اُڑ جاتے ہیں!
کھو جاتے ہیں!!
چُھپ جاتے ہیں!!!
اور یہ مجبوریوں کا مجسّمہ!
بے بس، بے آس
مجبُور، محوِ یاس
مٹّی کا یہ پُتلا
وقت کا غلام

رفیق، دوست، ہمدرد، دمساز اور ہم نفس
لرزتے ہوئے اشکوں کی ڈوری سے لپٹے ہوئے
مضمحل ہوتے جاتے ہیں
بُجھے جاتے ہیں
اور پھر وہی قہقہے میری لاش کے
کانوں سے ٹکرا کر میرے
پاش پاش ہوتے جاتے ہیں۔

ہر طرح سے آزاد
شانِ بے نیازی سے
نشیلی فضا میں اُونچے اُونچے سایہ دار درختوں سے اٹھکھیلیاں کرتی ہوئی
بکھیرتی ہوئی، عجب سحر انگیز موسیقی
مُسکراتی ہوئی، دُور آسمان پر
روایتی تقاضوں سے آزاد
اور پھر ساحل پہ لہروں کو چومتی ہوئی
بیچ سمندر میں
سفینوں سے ! ننھّی ننھّی کشتیوں سے
خوفناک طوفان سے ملتی ہوئی گلے
میرے سامنے
میری ہی بے بسی پر
قہقہے لگاتی ہوئی
روبرو میرے خاموش پڑی ہے
اور میں
خیالات کا ایک ہجوم سینے میں سمیٹے اشک بار ہوں
دھندلے دھندلے سے مناظر
ٹوٹی بکھری شکستہ صورتیں
میلے اُداس چہرے
میرے ماضی، حال اور مستقبل کے

## میری لاش

روبرو میرے
میری لاش!
کتنا پُرکیف اور دلکش منظر ہے
حیات کے تقاضے اور ان کا احترام
خاندانی روایات کی زنجیروں میں قید
ایک شکستہ زندگی
اور اس پہ اتنا بھاری بوجھ
پھر بھی کہلاتا ہوں
پرندے کی مانند آزاد
ایک ایسا پرندہ ______
جس کے پَر نوچ لیے گئے ہوں
اس کے برعکس میری لاش

## سنّاٹا

سنّاٹا!
خاموشی کے بہرے کان
بے نُور روشنی!
دُھندلے سائے
یک لخت جاگ اُٹھی
ہوس!
گرم گرم لہو
لال لال آنکھوں میں
وحشت

سسکتی خاموش چیخیں

پرندہ
دم توڑ گیا!!

جلتے جھلستے چہرے
اور ہڈیوں کے ڈھانچے، چٹخنتے ہوئے
بے آسرا، نا اُمید
لیکن شاید چور، اُچکّے، لفنگے
میرے بھی یہی سب نام ہیں
میں بھی یہی کہلاؤں گا
مگر میں تو بے گناہ ہوں
گنگا کے پانی کی طرح پاک اور شفّاف
لیکن میرا دِل، میری آتما
جانے کیوں مانتے نہیں
شاید یہ سب جانتے ہیں
تبھی تو میں ڈرا ڈرا سا ہوں
گھبرایا ہوا، حیران اور پریشان

مجبوری اور محرومی کے دردناک مناظر
اور میں انھیں پیچھے چھوڑتا ہوا
انھیں روندتا ہوا
اُڑا جارہا ہوں کامرانی کے خوشنما ہنڈولے میں
آنکھیں بند کیے
اپنی آرام گاہ کی طرف
جہاں ایرکنڈیشنڈ کمروں کی خوابناک فضا میری منتظر ہے
اور نرم بستر کی آغوش میرے لیے وا ہے
جہاں دو چاندی کے ہاتھ
مجھے پیش کریں گے ٹھنڈا برفیلا پانی
اور میں دو گھونٹ پی کر
اسے کردوں گا واش بیسن کی نذر

لیکن جانے کیوں میں ڈرا ڈرا سا ہوں
گھبرایا ہوا، بدحواس سا، پریشان سا ہوں
شاید یہ سب کچھ میرا نہیں
جانے کس کا ہے
میں تو ان ہی میں سے ایک ہوں
جنھیں راستوں پہ چھوڑ آیا ہوں روندتا ہوا
وہ سوکھے پیاسے ہونٹ

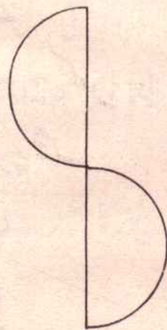
لیکن ؟
پچھلے کسی جنم میں شاید !
میں کوئی بے رحم قاتل تھا یا خونخوار جلّاد
ورنہ کیوں ہیں
میرے ہونٹ سوکھے سوکھے
میری روح پیاسی پیاسی
میری آس ڈوبی ڈوبی
ہر روز میرا خالی
ہر رات کالی کالی
لیکن وہ چھاننے والا خاک صحراؤں کی
کیسے چمن کے دروازے پر آج آ کھڑا ہوا ہے
رنگین کلیوں میں گھرا ہوا
کیونکر وقت کے مہربان فرشتے کا عکس
اس کے آئینے میں پڑا ہے . . .

اور یہ سوکھے ہوئے زرد پتّے
یہ انگارے برساتا موسم اور یہ پت جھڑ کی رُت
ننگی سڑکوں پر جلتا کولتار
یہ لُو، یہ تپش اور یہ دھرتی کے سوکھے ہونٹ
تلاشِ آب میں سراسیمہ

## مَیں!

بُجھا بُجھا سا، خاموش، گھبرایا ہوا
ڈرا ڈرا سا، بدحواس، پریشان سا
بے چین، محوِ یاس، اُداس
جانے کس خیال، کس قیاس میں کھویا ہوا
ہر بات سے دُکھ، ہر چیز پہ شک
احساسِ کمتری سے سرنگوں
جیسے کوئی سزا یافتہ ملزم
کوئی قاتل یا کوئی آدم خور...

نہیں نہیں، ایسا نہیں
ایسا کبھی نہیں ہوا
جانے یا انجانے میں
خواب و خیال میں بھی نہیں



# فکر پریشاں

## نثری نظمیں

# اقرارِ گناہ

میں گنہ گار ترے لُطف کے قابل تو نہ تھا
پھر بھی دامن مرا خوشیوں سے بھرا ہے تُو نے
میں تو رہزن ہوں جوانی کی حسیں راہوں کا
اپنا رہبر مجھے کیوں مان لیا ہے تُو نے

میرے کردار پہ کب تیری نظر جاتی ہے
اپنے ہی نشّۂ اخلاص سے سرشار ہے تو
میرے اقرارِ گنہ پر بھی یہ جرأت تیری
سینکڑوں میں مجھے اپنانے کو تیّار ہے تو

تیرا ایثار عجب کیا کہ بدل دے مجھ کو
اور میں تیری محبّت میں تجھی سا ہو جاؤں
کون ہوں، کیا ہوں، رہے یاد نہ کچھ بھی مجھ کو
میں ترے حُسن کی پاکیزہ فضا میں کھو جاؤں

تصور کی حسیں محفل کو خوابوں سے سجایا ہے
مرا گہوارہ خوابوں کی یہی بانہیں تمھارا کیا

یہاں تو دوستی میں بھی نظارہ دشمنی کا ہے
کہیں کیا دوستوں کو یہ سہارا زندگی کا ہے
یہ رشتہ سادگی کا ہے اشارہ بندگی کا ہے
مری دنیا یہی رشتے یہی چاہیں تمھارا کیا

## نظم

مرے آنسو، مرا دامن، مری آنکھیں، تمھارا کیا
مری آہیں، مرے نالے، مری سانسیں، تمھارا کیا

سلگتے آشیانوں کو بھی گھر میں نے بنایا ہے
خزاں دیدہ فضاؤں میں گلستاں بھی سجایا ہے
مچلتے آبشاروں سے کناروں کو ملایا ہے
مرا حاصل یہی منزل یہی راہیں تمھارا کیا

قدم جب ڈگمگائے ہیں تو خود کو یوں سنبھالا ہے
لرزتے آنسوؤں کو سرد پلکوں میں چھپایا ہے

# احساسات

یہ دُنیا ایک چوراہا ہے، اور رستوں کے اس جنگل میں
کوئی بِچھڑ گیا کوئی نِکھر گیا، کوئی ڈوب گیا کوئی پار اُترا

صحراؤں کی کبھی دھول ملی، اور سپنوں کی کبھی جوت جلی
آشاؤں کے کبھی پھول کھِلے، اور کبھی نراشا ساتھ چلی

کبھی اپنے بھی بیگانے لگے، اور چار قدم بھی چل نہ سکے
چڑھتے سورج کا ساتھ دیا، پر دن جو ڈھلا تو ڈھل نہ سکے

اور ایسے وقت میں غیروں نے، جب پھول اچانک برسائے
کچھ ٹوٹے سپنے جاگے خلش، کچھ جھوٹے وعدے یاد آئے

○

چیخ اُٹھّا مرا احساس، وفورِ غم سے
خون کے اشک رُلانے لگا کوئی جذبہ
تیری مغرور جوانی کا یہ کیسا ہے صلا
آج کیا دیکھ رہا ہوں میں حسینوں کے خدا

ہاتھ پھیلا تو مری سمت نہ اس حیرت سے
جا اُسے ڈھونڈ جوانی تری لُوٹی جس نے
کیوں بھلا آج میں پھر تجھ سے محبّت کرلوں
تیری ویرانی سے کیوں پیار کا دامن بھرلوں

یہ تو اِک خواب تھا ورنہ یہ حقیقت ہوگی
جب پکارے گی، تری سمت چلا آؤں گا
پھول خوشیوں کے سجا کر میں ترے دامن میں
ہر کٹھن راہ سے ہنس ہنس کے گزر جاؤں گا

○

خواب تو خواب ہیں ان کو نہ حقیقت کہیئے
خوابِ آوارہ کا انداز حقیقت میں کہاں
جو حقیقت ہے وہ مغرور ہے بیگانی ہے
اور خوابوں کی دُلہن میری رفیقِ دل و جاں

ایک مسلی ہوئی روندی ہوئی صورت بے حال
آنکھیں بے نُور سی جن میں نہ تھا کوئی بھی سوال
ہونٹ سُوکھے ہوئے، جیسے کوئی تصویرِ زوال
سلوٹوں سے بھرے رُخسار، پسِ گردِ ملال

وہی آواز، فِدا روحِ ترنّم جس پر
وہی آواز، فدا حسنِ تکلّم جس پر
وہی آواز جو نفرت میں محبّت بھر دے
وہی آواز کہ جو برف کو شعلہ کر دے

اُسی آواز نے شاید یہ قدم روکے تھے
گھوم کر میں نے جو دیکھا تو تڑپ اُٹّھا وجُود
کیا یہی ہے وہ بھٹکتا رہا میں جس کے لیے
کیا یہی ہے وہ کیے میں نے جسے لاکھ سجُود

کیا وہی حُسنِ مجسّم ہے یہ، اے میرے خُدا
جس کی اِک ایک ادا پر مہ و انجم تھے فِدا
جس کی آنکھوں میں چھلکتے ہوئے مے خانے تھے
جس کی زلفیں تھیں کہ مہکی ہوئی ساون کی گھٹا

○

ہائے کس موڑ پہ لے آئی تجھے عمرِ رواں
حسنِ رنگیں کی بہاریں ہوئیں پامالِ خزاں
اپنے اس حال پہ کیوں اشک بہاتی ہے تو
یاد کر عہدِ گزشتہ کا وہ گم گشتہ سماں

کیوں نہ اُس اپسرا سے میں بھی محبّت کرتا
نکہت و نُور کے پیکر سے نہ الفت کرتا
یہ جو اک شعلہ ہے، اک گرمی ہے، اِک خوشبو ہے
اس سے آباد نہ کیوں شوق کی جنّت کرتا



بے نیازی کی تری تاب میں جب لا نہ سکا
دلِ مضطر کو کسی طور بھی بہلا نہ سکا
تو سہارا لیا پھر میں نے اُنھی خوابوں کا
جن حسیں خوابوں کی تعبیر کبھی پا نہ سکا

ایک ماتم سا تھا چھایا ہوا چاروں ہی طرف
ایک سایا نظر آیا مجھے سہما سہما
دُور اِک سوکھی ہوئی ڈالی کے ڈھانچے کے تلے
دیکھا ان آنکھوں نے مُردہ کوئی ہلتا سا ہوا

میرے آقا، مرے مالک، مرے معبود بتا!
جو دکھایا مجھے کل خواب میں کیا وہ سچ تھا
ایک اُجڑے ہوئے گلشن میں خزاں کا عالم
نہ سرِ شاخ کہیں پھول، نہ مالی کا پتا

اور ایسے میں اِک آواز نے روکے یہ قدم
اس سے پہلے کہ نکل جاتا کسی خوف سے دم
بند آنکھیں کیے، خاموش اُدھر کو پلٹا
کس کی آواز ہے، چھیڑی ہے یہ کس نے سرگم

## ایک خواب، ایک حقیقت

زندگی مجھ کو محبت کی عطا کی جس نے
اس نے خود اپنی محبّت کا گلا گھونٹا ہے
کیا کروں شکوہ میں بیگانوں سے، جو اپنا تھا
سالہا سال ہوئے، جا کے نہ پھر لوٹا ہے

مسکراتی ہوئی معصوم سی آنکھیں اُس کی
تمتماتے ہوئے شاداب گلابی رُخسار
بکھری بکھری ہوئی ریشم سی وہ کالی زُلفیں
اور ان زُلفوں میں نکھرا ہوا چہرہ گلنار!

چال ایسی کہ بھٹک جائے ہوا کا جھونکا
ہونٹ کھولے تو کھنک جائے ہوا کا جھونکا
کہیں آواز جو دے لے تو ٹھہر جائے جہاں
بات کر لے تو بہک جائے ہوا کا جھونکا

## تخیّل بھی جلا جاتا ہے

بے تکی کھوکھلی باتیں، یہ تکلّف کی فضا
پاس آ جاؤ کہ دم میرا گھٹا جاتا ہے

کتنے ارمانوں سے ہم دونوں نے مل کر جاناں
چھاؤں میں چاند ستاروں کی، حسیں پھولوں کا
ایک چھوٹا سا نشیمن جو بنایا تھا کبھی
آج کیوں اس کا تخیّل بھی جلا جاتا ہے!

کنارے پہ طوفان، موجوں میں کشتی
نظر میں ہے جلتی ہوئی ایک بستی
مگر وہ، جسے پھول چننے کی دھن تھی
ترے شہر میں آج پھر آگیا ہے

مدھر گیت سن کر ترا جھوم جانا
وہ دھیمے سروں میں انھیں گنگنانا
وہی گیت لب پر لیے اک دوانا
ترے شہر میں آج پھر آگیا ہے

کوئی دل جلا اپنی ہستی مٹانے
ترے شہر میں آج پھر آگیا ہے

## نظم

کوئی دل جلا اپنی ہستی مٹانے
ترے شہر میں آج پھر آگیا ہے

کوئی دِل جلا اپنی ہستی مٹانے
جواں مرگ اُمیدوں کی لاشیں جلانے
چتاؤں کے شعلوں کی لوکو بڑھانے
ترے شہر میں آج پھر آگیا ہے

وہ بے بس نگاہیں، وہ آنکھوں میں حسرت
وہ وعدے، وہ محفل، وہ اُمّیدِ قُربت
بنائے ہوئے اُن کی سینے میں تُربت
ترے شہر میں آج پھر آگیا ہے

چاند اٹھکھیلیاں کرتا ہوا ہر آنگن میں
چاندنی سوئی ہوئی وادیوں کے دامن میں
آگ ہی آگ نظر آتی ہے ہر گلشن میں
ایک حسرت کہ تڑپتی ہے مرے تن من میں

میں ترا پیار لیے دل میں نکل جاؤں کہیں
راستہ چھوڑ دیں میرا یہ ہٹیلی کرنیں
چاند سے پھوٹتی چمکیلی سنہری کرنیں

## سنہری کرنیں

رُخِ روشن پہ ترے میلی سی آتی ہیں نظر
چاند سے پھوٹتی چمکیلی سنہری کرنیں

رات، خاموش درختوں کے یہ لمبے سائے
دُور تک اُونچے پہاڑوں کے پگھلتے سائے
ڈھونڈتے پھرتے ہیں کس کو یہ سُلگتے سائے
اَن گنت کتنی ہی صدیوں سے بھٹکتے سائے

کوئی آہٹ، کوئی دھڑکن، کوئی آواز نہیں
کوئی نغمہ، کوئی سنگیت، کوئی ساز نہیں
حالِ دل کس سے کہوں میں، کوئی ہمراز نہیں
جا کے آواز کہاں دوں، کوئی دَرباز نہیں

وحشت وہ شوخیوں سے	وہ لذّتوں سے نفرت
وہ زندگی سے دُوری	وہ حسرتوں سے قُربت

وہ بے بسی کے رِشتے	روندی ہوئی وہ راہیں
مسلی ہوئی وہ کلیاں	جلتی ہوئی وہ آہیں

صحراؤں کا یہ صحرا	یہ خشک خشک پلکیں
سوکھا ہوا سمندر	آنسو کہاں سے چھلکیں

آواز دے رہی ہیں	مجھ کو بُلا رہی ہیں
بیتے دِنوں کی یادیں	پھر حشر اُٹھا رہی ہیں

# بیتے دِنوں کی یادیں

یہ دھڑکنوں کی وادی
یہ وقت کا سمندر
یہ آسماں کا صحرا
ویرانیوں کے مندر

بیتے دِنوں کی یادیں
دُھندلے سے کچھ مناظر
آنکھوں کے راستے پر
آنسو بنے مسافر

وہ تلخیوں کی دُنیا
وہ زخم بہتے رِستے
وہ داغ داغ سینے
وہ دیپ جلتے بُجھتے

# دھندلکوں کی رِدا سے

دھندلکوں کی رِدا سے کس کی یادیں پھر اُبھر آئیں
سہانی شام میں چل کر کہاں سے یہ اِدھر آئیں

وہ لمبی کالی زلفوں کا بکھر کر رات کر دینا
خزاں کی رُت میں بھی پھولوں کی وہ برسات کر دینا
یہ تصویریں تصوّر میں اچانک کیوں نکھر آئیں

وہ لمحے جو کسی کے ساتھ گزرے تھے بہاروں میں
وہ جلوے رنگ جو بھرتے تھے گلشن کے نظاروں میں
پھر اُن کی دل رُبا پرچھائیاں دل میں اُتر آئیں

پھول روندے ہوئے، مسلی ہوئی کلیاں مجبور
چہرے کمہلاتے سے، بُجھتی ہوئی آنکھیں بے نور
آج تک جن سے محبّت نہ تھی مجھ کو منظور
ان سے نفرت نہ کروں گا کبھی پھر، آج کے بعد

اپنی برباد محبّت کی قسم کھاتا ہوں
میں محبّت نہ کروں گا کبھی پھر، آج کے بعد

## آج کے بعد

اپنی برباد محبّت کی قسم کھاتا ہوں
میں محبّت نہ کروں گا کبھی پھر، آج کے بعد

دل سے لب تک جو نہ آئے، اُنھی نالوں کی قسم
نگہِ یاس کے خاموش سوالوں کی قسم
تیری فطرت کے پریشان حوالوں کی قسم
میں شکایت نہ کروں گا کبھی پھر، آج کے بعد

لمبی پلکوں کے گھنے سائے، یہ نیلی آنکھیں
ریشمیں گالوں پہ اٹھکھیلیاں کرتی زُلفیں
شاخِ صندل سی لچکتی ہوئی کومل باہیں
ان کی چاہت نہ کروں گا کبھی پھر، آج کے بعد

# صبح کا غم

صبح کے ریشمی آنچل پہ مچلتی شبنم
شوخ پھولوں کے گلے لگ کے پگھلتی شبنم
خامشی سے یہی افسانہ کہا کرتی ہے
صبح بھی تاروں کی فرقت میں جلا کرتی ہے

کسی غم دیدہ کے افسردہ تبسّم کی طرح
کسی بیمار کے اندازِ تکلّم کی طرح
خشک، جلتے ہوئے ہونٹوں پہ ترنّم کی طرح
صبح کے دل میں بھی اِک آگ پلا کرتی ہے

دو حزیں روحوں کا کیا تونے ملن دیکھا ہے
گل بہ داماں کبھی پت جھڑ میں چمن دیکھا ہے
پیار کی آگ میں جلتا ہوا من دیکھا ہے
صبح ہر روز یہی ایک گلہ کرتی ہے

چاکِ دل، چاکِ جگر، چاکِ گریباں کی قسم
دھیان آیا ہی تمھیں کب کسی دیوانے کا
میں کہ بھٹکا ہوں تُمھارے لیے ویرانوں میں
نام بھی تُم نے سُنا ہوگا نہ ویرانے کا
پھر بھی کہتی ہو مُجھے تُم سے محبّت ہی نہ تھی

مدّتیں ہوگئیں دیکھے ہوتے تم کو، لیکن
آج بھی میں تو تڑپتا ہوں تُمھارے ہی لیے
ہرطرف اب بھی تُمھیں ڈھونڈ رہا ہے مرا دل
دربدر اب بھی بھٹکتا ہوں تُمھارے ہی لیے
پھر بھی کہتی ہو مُجھے تُم سے محبّت ہی نہ تھی

کاش ایسا ہو تُمھیں رسمِ وفا آجائے
میں تُمھارے لیے قسمت کا ستارا ہو جاؤں
منتظر اب بھی ہوں میں۔ تم اگر آجاؤ تو
میرا دِل اب بھی یہ کہتا ہے تُمھارا ہو جاؤں
تُم کہ کہتی ہو مُجھے تُم سے محبّت ہی نہ تھی

## پھر بھی کہتی ہو مجھے تم سے محبّت ہی نہ تھی

بے رُخی کی تمھیں اب مجھ سے شکایت کیوں ہے
میں نے چاہا تمھیں اور تُم پہ اثر تک نہ ہوا
میں تمھارے لیے بیٹھا تھا جہاں چشم براہ
خود تمھارا کبھی اُس سمت گزر تک نہ ہوا
پھر بھی کہتی ہو مجھے تُم سے محبت ہی نہ تھی

میکدے ساتھ رہے پھر بھی وہ نشّہ تھا کچھ اور
جو لُٹاتی تھیں تصوّر میں تمھاری آنکھیں
تُم نے دیکھے ہیں کہاں غم کے وہ لمحات کہ جب
مُسکراتی تھیں تصوّر میں تمھاری آنکھیں
پھر بھی کہتی ہو مجھے تُم سے محبّت ہی نہ تھی

# نہیں جانتا میں

غمِ دل کے شعلوں کو شعروں میں ڈھالے
ہزاروں دکھوں کو میں سینے میں پالے
خدا جانے کس کا کہا کر رہا ہوں

نہ اب شوقِ قُربت، نہ اب رنجِ فُرقت
یہی ہے بس اب زندگانی کی صُورت
کوئی فرض جیسے ادا کر رہا ہوں

میں کانٹوں سے اب تک ہوں بیزار شاید
گُلوں کا ہوں اب بھی پرستار شاید
تو کانٹوں سے پھر کیوں وفا کر رہا ہوں

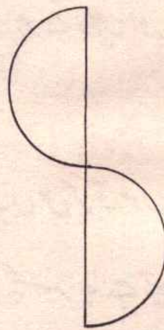
کبھی غم پرستی کبھی کیف و مستی
کبھی زیست مہنگی، کبھی موت سستی
نہیں جانتا میں کہ کیا کر رہا ہوں

# کسی کے جنم دِن پر

اِن پیار میں گوندھے پھولوں سے جیون یہ تمھارا مہکتا رہے
ہر شب ہنگامے ہوتے رہیں اور جام پہ جام چھلکتا رہے

دُنیا بھر کی خوشیاں مل کر قدموں سے تمھارے لپٹتی رہیں
افسوس نہ ہوگا پھر چاہے جیون یہ میرا بھٹکتا رہے

یہ چاند ستارے یوں ہی بنیں سیندور تُمھارے ماتھے کا
اور رُوپ کی سُندر کرنوں سے سارا سنسار چمکتا رہے



# شعلۂ دل

## نظمیں

## چوالیس

دل میں جب پیار کا جذبہ ہی نہیں ہے باقی
جانے کیوں لوگ محبت سے ملا کرتے ہیں

لاکھ طوفان عداوت کے چھپاتے دل میں
کس طرح مہر و مروّت سے ملا کرتے ہیں

نام کو بھی نہیں اب کوئی زمانے میں حسیں
کون ہیں یہ جو نزاکت سے ملا کرتے ہیں

کوئی ہوں گے یہ ہماری ہی طرح ٹوٹے ہوئے
لوگ جو اتنی شرافت سے ملا کرتے ہیں

اُٹھ خلش میکدے میں جی نہیں لگتا اپنا
اب تو میکش بھی کدورت سے ملا کرتے ہیں

## تینتالیس

آج پھر آگیا اجانوں میں
دل نہ بہلا مرا یگانوں میں

ڈھونڈتا ہوں سکونِ دل، جاکر
بھولے بسرے ہوئے زمانوں میں

پھول کھِلنے کے ساتھ ہی کمُھلائے
یہ فضا دیکھی گلستانوں میں

سُنتے ہیں، ہم زمین والوں کے
تذکرے ہیں اب آسمانوں میں

کس لیے پھر زباں کھلی نہ خلش
تم تو بیٹھے تھے رازدانوں میں

## بیالیس

دُور تک جن کے نشانات بھی اب ملتے نہیں
زندگی کو اُنھی یادوں نے مری پالا ہے

روز و شب ہیں اسی مالا کے بکھرتے دانے
زندگی پیار کی ٹوٹی ہوئی اِک مالا ہے

کچھ سلگتے ہوئے ارماں کچھ امیدوں کا فسوں
یاد تیری ہے کہ اِک دُھند بھرا ہالا ہے

پھر سے ماضی کے دریچوں سے اُتر آئی ہے
وہ فضا غم کی جسے ہم نے بہت ٹالا ہے

کون کہتا ہے خلشؔ کو کہ وہ ہرجائی ہے
کتنے چہروں میں بس اِک چہرہ ترا ڈھالا ہے

# اکتالیس

جو درد مچلتے ہیں دل میں، کب تم کو بتائے ہیں ہم نے
تم سے تو نہ کچھ آنسو ہی چھپے، طوفان چھپائے ہیں ہم نے

کھوئی کھوئی سی راہیں وہی، منزل کی دھندلی باتیں وہی
وہ کون تھا پھر جس کی خاطر، یہ دیپ جلائے ہیں ہم نے

امید کا رشتہ ٹوٹ گیا، ہر ساتھی ہم سے چھوٹ گیا
کس جرم کی پائی ہے یہ سزا، کیا پاپ کمائے ہیں ہم نے

پھولوں کو مسلنے والو سنو، کانٹوں سے بھی اپنا رشتہ ہے
پھولوں کی جگہ اس دامن میں، کانٹے بھی سجائے ہیں ہم نے

دیکھو وہ گلوں کی اک کیاری، رنگوں میں گھری پیاری پیاری
اپنے ہی جنازے کی خاطر، یہ پھول کھلائے ہیں ہم نے

# چالیس

بدل گئی جو نظر آج اِک زمانے کی
سزا ملی ہے مجھے کس سے دل لگانے کی

یہ کس مقام پہ لاکر کسی نے چھوڑ دیا
کہ راہ ڈھونڈ رہا ہوں شراب خانے کی

قدم قدم پہ یہ موجِ بلا سے اُلجھے گی
خوشی نہیں مری کشتی کو ڈوب جانے کی

خدا کے واسطے اس کا سبب تو کچھ کہیئے
یہ ضد ہے کس لیے ہم سے نظر بچانے کی

خلش جلا دیا گُلشن ہی بجلیوں نے تمام
دُعائیں مانگ رہا تھا میں آشیانے کی

## اُنتالیس

زندگی بھر کہاں قرار آیا
کب مجھے خود پہ اعتبار آیا

خامشی گونجتی رہی ہر سُو
میں اُنھیں ہر طرف پکار آیا

زندگی ہیں مری، وہی لمحے
اُن کی محفل میں جو گزار آیا

اب خودی اور خود پرستی کیا
خود کو جب آپ پر میں وار آیا

دِل ہمارا ہے کیوں اُداس خلش
تھی کوئی خاص شے جو ہار آیا!

## اڑتیس

آپ بس آپ رہے تُم نہ ہوتے
آشنا یوں تو ہمارے بھی رہے

میرے خوابوں کی نہ تعبیر بنے
تم کہ بیگانے تھے، بیگانے رہے

لاکھ دُنیا ہمیں سمجھے شاعر
کاش یہ بات وہ اِک بار کہے

کیا کہا کس نے مرے بارے میں
کتنے آنسو تری پلکوں سے گرے

مری فطرت سے تھے مانوس خلشؔ
آج کیوں اتنا بُرا وہ مانے

## سینتیس

شبِ غم میں بھی مُسکراتے ہیں
آنسوؤں کے دِیے جلاتے ہیں

بِن بُلائے کہاں وہ آتے ہیں
اور بُلائیں تو روٹھ جاتے ہیں

اہلِ گلشن کا یہ جنوں دیکھو
آپ اپنا چمن جلاتے ہیں

تیرے در سے جبیں کو ٹکرا کر
اپنی تقدیر ہم بناتے ہیں

اُن سفینوں کو کون اُبھار سکے
بحرِ غم میں جو ڈوب جاتے ہیں

خار دیتے ہیں وہ خلش ہم کو
جن کی راہوں میں گُل بچھاتے ہیں

## چھتّیس

جو لب پہ مرے آئے تیرا ہی فسانہ ہو
ہر گیت جو میں گاؤں تیرا ہی ترانہ ہو

جس راہ سے میں گزروں تو بھی اُدھر آ نکلے
جو میرا ٹھکانہ ہو وہ تیرا ٹھکانہ ہو

جس سمت نظر اُٹھّے، دیکھے تری رعنائی
منسوب تجھی سے ہو منظر جو سُہانا ہو

ہر رات جو آنگن میں اُترے مرے، میں چاہوں
یہ میرے لیے تجھ سے ملنے کا بہانہ ہو

کیوں محفلِ یاراں میں بیٹھے ہو خلشؔ گُم صُم
کچھ ہنسنا ہنسانا ہو، کچھ پینا پلانا ہو

# پینتیس

تیر سے دل پہ، اُنھیں دیکھ کے چل جاتے ہیں
کتنے آنسو مری پلکوں پہ مچل جاتے ہیں

جی میں آتا ہے کہ سینے سے لگا لیں، لیکن
اُن کی رُسوائی سے گھبرا کے سنبھل جاتے ہیں

اُن کی قُربت تو میسّر نہیں دیوانوں کو
اُن کی قُربت کے تصوّر سے بہل جاتے ہیں

جب مرے پاس وہ ہوتے ہیں تو ہوتے ہیں مرے
غیر کی بزم میں کیوں جانے بدل جاتے ہیں

یہ تو سوچا بھی نہ تھا ہم نے خلشؔ دُنیا میں
وقت کے ساتھ یہ انساں بھی بدل جاتے ہیں

## چونتیس

چھین لوں تجھ سے نہ تجھ کو تو مرا نام نہیں
دل دُکھانا مگر اے دوست مرا کام نہیں

جو ترے دستِ حسیں سے نہ ملے اے ساقی
جام و مینا کی قسم وہ تو کوئی جام نہیں

مُوند لیں آنکھیں ترے ظلم و ستم پر اے دوست
ورنہ نادان کچھ اتنا دلِ ناکام نہیں

ہاں ہمیں مل تو گیا ہے ترا پیغام، مگر
جس کو ترسا کیے ہم وہ تو یہ پیغام نہیں

مرمریں بانہیں بھی، میخانہ بھی ہے، محفل بھی
ہم خلش ڈھونڈا کیے جس کو یہ وہ شام نہیں

## تینتیس

تم کہ اکثر مجھے دیوانہ بنا دیتے ہو
کتنے کھوئے ہوئے خوابوں کا پتا دیتے ہو

مُجھ سے بچھڑے، مِرے شاعر کو زمانہ گزرا
ایک تم ہو کہ مجھے خُود سے ملا دیتے ہو

بھیگ جانے کو ترستی ہوئی آنکھیں میری
تم انھیں کیسے سرِ شام رُلا دیتے ہو

میری مرتی ہوئی آواز، کہ جی اُٹھتی ہے
میرا سویا ہوا احساس جگا دیتے ہو

ہنس بھی دو اب تو خلشؔ، روتے ہوئے عمر ہوئی
کیوں کسی اور کی تم خود کو سزا دیتے ہو

## بتّیس

جل گیا یہ گلستاں تو کیا ہوا
دِل سے اٹھتا ہے دھواں تو کیا ہوا

جذبۂ عرضِ وفا باقی تو ہے
بند ہے میری زباں تو کیا ہوا

اور بھی تو آشیاں ہیں باغ میں
جل گیا اِک آشیاں تو کیا ہوا

تیرے سجدوں میں ملا پھر بھی سکوں
دُور تھا گر آستاں تو کیا ہوا

تجھ سے اِک نسبت تو ہے جانِ خلشؔ
تو نہیں ہے مہرباں تو کیا ہوا

## اکتّیس

آج تم اس قدر اداس ہو کیوں؟
سہمی سہمی سی محوِ یاس ہو کیوں؟

ذہن میں آ کے جو نکل جاتے
کسی شاعر کا وہ قیاس ہو کیوں؟

تیری آنکھوں سے پی نہ لے جب تک
کم کسی بادہ کش کی پیاس ہو کیوں؟

پوچھتا ہوں خود اپنے آپ سے میں
تم مری زندگی کی آس ہو کیوں؟

اُس نے دیکھا کب آنکھ اُٹھا کے خلشؔ!
سر بسر تم اِک التماس ہو کیوں؟

## تیس

تجھ سے حسیں کو اپنی محبّت کا غم دیا
پہروں یہ سوچتے ہیں کہ ہم نے یہ کیا کیا

وہ پھول جس پہ ناز تھا کل تک بہار کو
دستِ خزاں نے شاخ سے توڑا، مسل دِیا

دُکھ سے گُریز تھا نہ ہمیں غم سے اِجتناب
ہم اہلِ دل نے لے لیا دُنیا نے جو دِیا

جس دل سے تھی اُمّید ہمیں رہنمائی کی
چُپ ہیں کہ اپنے ساتھ اُسی دل نے کیا کیا

کچھ بڑھ گئی ہے تشنگی اتنی کہ اے خلشؔ
جب جب طلب اُٹھی ہمیں، خونِ جگر پیا

کہاں نقاب میں چھپتی ہے حُسن کی شوخی
اُسے نقاب میں دیکھوں تو بے نقاب کہوں

مرے سفینے کو ساحل پہ ڈھونڈنے والے
تجاہُل اِس کو کہوں یا میں اجتناب کہوں

خلش عجیب سا طوفاں بپا ہے سینے میں
کسی کے سامنے کیا دل کا اضطراب کہوں

## اُنتیس

نہ آفتاب کہوں میں نہ ماہتاب کہوں
تُجھے حسین نظاروں کا انتخاب کہوں

ترے گلابی لبوں سے جو رس ٹپکتا ہے
ہے تشنگی کا تقاضا اُسے شراب کہوں

تھکی تھکی تری پلکوں پہ جو لرزتا ہے
کہے جو تُو تو اسے میں بھی اپنا خواب کہوں

اُبھرتے سینے پہ آنچل سنبھالنے کی ادا
اسے ادا کہوں یا میں ترا حجاب کہوں

## اٹھائیس

میں ترا ہو کے بھی بیگانے کا بیگانہ رہا
نامکمّل ہی مرے پیار کا افسانہ رہا

گیسوِ ناز کے سائے مری قسمت نہ سہی
میں تو دیوانہ ہوں، دیوانہ تھا، دیوانہ رہا

میرے ہو کے بھی مرے آپ نہ کہلائے کبھی
پھر بھی ہونٹوں پہ مرے آپ کا افسانہ رہا

ہم نے مانا کہ حیا آپ کو آتی ہے بہت
مر مٹے ہم تو مگر، خوب یہ شرمانا رہا

شمع جلتی رہی پروانے کی خاطر سچ ہے
جان دینے کو مگر پاس ہی پروانہ رہا

خوفِ انجام مجھے روز ڈراتا ہے خلشؔ
ریزہ ریزہ دلِ ناکام کا افسانہ رہا

## ستائیس

شام ڈھلتے ہی ہمیں کون صدا دیتا ہے
دِل کے ویرانے میں ہلچل سی مچا دیتا ہے

یوں تو لب ہنستے رہے گیت بھی ہم گاتے رہے
اپنی آنکھوں سے مگر کون رُلا دیتا ہے

میرے چہرے کے تقدّس پہ نہ جانا ہمدم
کوئی بھی لمحہ ہنسی اس کی اُڑا دیتا ہے

بے سبب روٹھ کے اس طرح چلا ہے کوئی
جرمِ اُلفت کی مجھے جیسے سزا دیتا ہے

اپنی نظروں سے خلش بخیہ گری کی اس نے
دل کا ہر زخم اُسے آج دُعا دیتا ہے

# چھبّیس

نظر نواز نظاروں کی تازگی تُم سے
گُلوں میں رنگ ستاروں میں روشنی تُم سے

تُمھارا درد لہُو بن کے دل میں دوڑ گیا
مُجھے ملی یہ محبّت کی زندگی تُم سے

جنم جنم کے مرے یار مجُھ سے کیوں رُوٹھے
سوال کرتی ہے یہ میری خامُشی تُم سے

تُمھارے حُسن سے روشن ہوا جہاں میرا
فضائے دیدہ و دِل جگمگا اُٹھی تم سے

خلشؔ کے شعر نہ تم نے سُنے توجّہ سے
گِلہ گزار رہی اُس کی شاعری تُم سے

## پچّیس

کتنے رشتوں میں ہر انسان ہے اُلجھا اُلجھا
پھر بھی نزدیک سے دیکھو تو ہے تنہا تنہا

لاکھ چاہا کہ نہ آئے غمِ دِل ہونٹوں تک
کیجیے کیا مرا نغمہ رہا تڑپا تڑپا

ہم سے پوچھو نہ شبِ ہجر کے قصّے یارو!
اوس روتی رہی گلشن رہا مہکا مہکا

ہر مسرّت مرے دامن میں اماں مانگے ہے
پھر بھی رہتا ہوں یہ کس دھیان میں کھویا کھویا

اشک کیوں ہیں تری پلکوں پہ خلش ایسے میں
اِک چمن جب ترے پہلو میں ہے نکھرا نکھرا

## چوبیس

کب کے رخصت ہوئے وہ پھول کھِلانے والے
رہ گئے اِک ہمیں کانٹوں کو سجانے والے

ہاں وہی لوگ کہ جو راحتِ جاں تھے کل تک
اب وہی لوگ ہوئے دِل کو دُکھانے والے

ہر طرف یوں تو جلے دیپ، دوالی آئی
خود بجھے جاتے ہیں کیوں دیپ جلانے والے

ڈھل گئی عمر اِسی آس میں، اب آتے ہیں
آج تک آئے نہ وہ لوٹ کے آنے والے

خود بنایا ہے الگ اپنا زمانہ ہم نے
اے خلشؔ کچھ بھی کہیں ہم کو زمانے والے

## تیئس

خلا کے پار کوئی منتظر تمہارا ہے
وہی تو زندگیِ شوق کا سہارا ہے

سُنا رہا ہے یہ کیا گیت شب کا سناّٹا
پھر اُن کی یاد نے شاید مجھے پُکارا ہے

بُجھے بُجھے سے یہ چہرے بُجھی بُجھی آنکھیں
یہ کیسی بزم ہے کس نے اِسے سنوارا ہے

مرے قریب بھی ہے مجھ سے دُور بھی ہے کوئی
عجب فضائیں ہیں یارو عجب نظارا ہے

ہجومِ گل ہے مگر دل میں خار چبھتے ہیں
کوئی بتائے یہ ماحول کیا خدارا ہے

ترے حضور بھی تیرا خلشؔ اُداس ہے آج
تری نم آنکھوں نے شاید اُسے دُلارا ہے

## بائیس

دُنیا مرے خیال کی اب کیا ہے، کیا نہیں
تجھ سے بچھڑ گیا ہوں تو کچھ سُوجھتا نہیں

اس بے وفائیوں کے زمانے میں، دوستو!
میری یہی خطا ہے کہ میں بے وفا نہیں

کس طرح دوریوں کو میں قربت میں ڈھال دوں
مانا کہ تیرا سجدہ ہوں لیکن خدا نہیں

یہ راز کون جا کے سفینوں سے پوچھتا
کس نے بھنور میں کس کو ڈبویا، پتا نہیں

تنہا وہ خود کو غم سے بچاتے بہار میں
یہ تو خلشؔ کا اہلِ چمن مدّعا نہیں

یہ دل ہی کیا اُداس ہے، دُنیا اُداس ہے
جب سے شریکِ حال تمھارا کرم نہیں

تیرے ستم کا ایسا ہوا تجربہ، کہ بس
اب ناگوار ہم کو کسی کا ستم نہیں

پروا نہ کر، چمن میں گزر ہو نہ ہو خلشؔ
اہلِ جنوں کے واسطے ویرانے کم نہیں

## اِکّیس

دِل رو رہا ہے، آنکھ مگر میری نم نہیں
دُنیا سمجھ رہی ہے مجھے کوئی غم نہیں

کیا ہوگئی ہے مجھ سے خفا میری شاعری
کیوں آج میرے نغموں میں پہلا سا دم نہیں

لے آئی ہے کہاں مری قسمت مجھے، کہ آج
میرا کوئی خدا نہیں، کوئی صنم نہیں

فکرِ خزاں نہ ہو جنھیں دورِ بہار میں
اے باغباں وہ ننگِ گلستاں تو ہم نہیں

## بیس

یہ کس کی بزم کے قصّے سُنا رہا ہوں آج
تماشا کیوں خلشؔ اپنا بنا رہا ہوں آج

یہی جواب ہے اب بے کراں اندھیروں کا
تمھارے نام کی شمعیں جلا رہا ہوں آج

اب اور تاب نہیں دردِ ہجر سہنے کی
چلے بھی آؤ کہ میں خود بلا رہا ہوں آج

کسی کی یاد کے طوفان بڑھتے آتے ہیں
کسی خیال میں ڈوبا ہی جا رہا ہوں آج

سحر ہوئی مگر آنکھوں سے نیند رُوٹھی ہے
خلشؔ میں شام سے کیا سوچتا رہا ہوں آج

## اُنّیس

اہلِ دل، یوں تو ہر اک غم سے گزر جائیں گے
غم ترا ساتھ ہی جاتے گا، جدھر جائیں گے

تُجھ سے بھاگے تو کبھی لوٹ بھی آئیں شاید
خود سے بھاگیں گے تو ہم جانے کدھر جائیں گے

کس نے سوچا تھا، کڑی دھوپ کے ساتھی میرے
قُرب سایوں کا جو پایا تو بکھر جائیں گے

غم کے ویرانوں میں آوارہ بھٹکتا اِک شخص
آج اِک ایک سے کہتا ہے کہ گھر جائیں گے

دل کے آئینۂ روشن میں خلش اہلِ ہوس
عکس اپنا کبھی دیکھیں گے تو ڈر جائیں گے

## اٹھارہ

اس کے دامن کو ستاروں سے سجانا ہوگا
آسماں کو بھی خلشؔ آج جھکانا ہوگا

کسی دل کو جو کسی دل سے جدا کرتی ہوں
ایسی دیواروں کو اِک روز گرانا ہوگا

راہِ الفت کو اندھیروں سے سجانے والو
کبھی پردہ اِن اندھیروں سے اُٹھانا ہوگا

وقت کے گھور اندھیروں میں نظر ڈوب چلی
اب ترے پیار کی شمعوں کو جلانا ہوگا

غم پھر آیا ہے خلشؔ، پیاس بجھانے اپنی
خونِ دل خونِ جگر آج پلانا ہوگا

# سترہ

یہ مانا کہ رخصت ہوئی ہے خزاں یہ مانا کہ منظر بدلنے لگے
یہ کیسی بہاریں ہیں اب کیا کہیں، چمن جن بہاروں میں جلنے لگے

سفر پر اکیلا ہی نکلا تھا میں، نہ دے گا کوئی ساتھ سمجھا تھا میں
مگر راہ میں کتنے غم مِل گئے جو سایہ صفت ساتھ چلنے لگے

جدائی کے دن ہم سے کٹتے نہ تھے، جدائی کی راتیں گزرتی نہ تھیں
مگر رفتہ رفتہ کچھ ایسا ہوا، تری یاد سے ہم بہلنے لگے

محبّت کو شاید یہ منظور تھا، کہ رسوا نہ ہو اس کا رازِ وفا
مرا دِل تڑپتا رہا درد سے، مگر لب پہ نغمے مچلنے لگے

چلے یوں تو آئے تھے ساحل پہ ہم بھنور سے سفینہ بچاتے ہوئے
مگر آکے ساحل پہ دیکھا خلش کہ موجوں کے تیور بدلنے لگے

سولہ

جذبۂ دل جواں نہ ہوجائے
وہ نظر مہرباں نہ ہوجائے

مُسکرا کر مجھے نہ دیکھو تم
یہ جہاں بدگماں نہ ہوجائے

قربتیں، دُوریاں نہ بن جائیں
چاندنی پھر دھواں نہ ہوجائے

روکو روکو نگاہ کو روکو
رازِ اُلفت بیاں نہ ہوجائے

کہہ بھی لو حالِ دل خدارا تم
موت ہی رازداں نہ ہوجائے

لگ گئی چُپ خلش تمہیں کیسی
یوں کوئی بے زباں نہ ہوجائے

## پندرہ

بہت آساں ہے یوں تو زندگی سے باوفا رہنا
بہت مشکل ہے لیکن قاتلوں میں پارسا رہنا

اُدھر اُس بزم کا دستور ہی نا آشنائی ہے
اِدھر آساں نہیں اُس بزم میں نا آشنا رہنا

پرستش گاہِ الفت میں وفا کو پوجنے والو!
تعلّق تو یہ اچھا ہے مگر مشکل بنا رہنا

تصوّر بن کے اب بھی پاس آجاتے ہیں وہ لیکن
سہا جاتا نہیں اُن کا مُسلسل یوں جدا رہنا

یہ افسانہ بھی گویا یادگارِ حسن و الفت ہے
تمھارا بے وفا ہونا ہمارا با وفا رہنا

بہاروں کو لہو سے سینچنے والے مسیحا کا
خلش تکلیف دیتا ہے چمن سے لاپتا رہنا

## چودہ

ایسی کیا بات سرِ شام نبھانی ہوگی
داستاں غم کی بھی ہنس ہنس کے سنانی ہوگی

جو حقیقت مرے ارمانوں کا عنوان رہی
اہلِ دُنیا کے لیے صرف کہانی ہوگی

یوں تو ہر دل ہے محبّت کا تمنّائی یہاں
پھر بھی کیوں دِل سے محبّت ہی بُھلانی ہوگی

غم اُبھر آئے گا چہرے پہ مرے بن کے دھواں
تیری آنکھوں کو یہی بات چھپانی ہوگی

میں خلش ہوں تو مرا پھولوں سے رشتہ کیا
پھر بھی دُنیا مجھے پھولوں سے سجانی ہوگی

# تیرہ

اِک شمع ساری رات جلی تیری یاد میں
ہر سمت روشنی سی رہی تیری یاد میں

میرا یقیں نہ ہو تو ستاروں سے پوچھنا
بے خواب چاندنی بھی رہی تیری یاد میں

دُنیا میں رہ کے دُور زمانے سے ہو گئے
ہر شکل اجنبی سی لگی تیری یاد میں

دامن گلوں نے چاک کیے تیرے نام پر
شبنم بھی اشک بار رہی تیری یاد میں

ویرانیوں کے دَور میں پھولوں کے سلسلے
یہ بھی خلش نے خوب کہی تیری یاد میں

## بارہ

جیت، ہر مات ہوگئی جاناں
لو ملاقات ہوگئی جاناں

صبح ہونے بھی پائی تھی نہ ابھی
کیسے یہ رات ہوگئی جاناں

میرا دل اور درد سے خالی
اب یہ اوقات ہوگئی جاناں

قُربتوں میں یہ دُوریاں کیوں ہیں
ایسی کیا بات ہوگئی جاناں

اب تو برسے شراب آنکھوں سے
دیکھو برسات ہوگئی جاناں

کہا جو کچھ خلشؔ نے تیرے حضور
اَن سنی بات ہوگئی جاناں

# گیارہ

جب کبھی دِل اُداس ہوتا ہے
تو مرے آس پاس ہوتا ہے

وہ نظر جب اُداس ہو جائے
سارا عالم اُداس ہوتا ہے

درد ہی دِل کی زندگی لوٹے
درد ہی دِل کی آس ہوتا ہے

کچھ خوشی سے ہمیں گریز بھی ہے
کچھ ترے غم کا پاس ہوتا ہے

خوش ادا مہ وشوں کا حسن خلشؔ
سادگی کا لباس ہوتا ہے

## دس

چاندنی کیوں دِل دُکھائے آج پھر
کوئی قِصّہ یاد آئے آج پھر

جگمگاتے عرش کے تاروں تلے
تیری خوشبو گنگنائے آج پھر

چاندنی روتی رہی غم میں ترے
کیسے کوئی مُسکرائے آج پھر

رات اب جانے کو ہے تُو آ بھی جا
دل کا دیپک ٹمٹمائے آج پھر

جی تو یہ چاہے خلش روتے رہیں
چاندنی کیوں گُدگُدائے آج پھر

## نو

وہ زندگی جو ترے پیار میں بسر نہ ہوئی
تھی ایسی رات کہ جس کی کبھی سحر نہ ہوئی

اُنھی کی چاہ میں یہ حال ہوگیا میرا
مگر اُنھی کو مرے حال کی خبر نہ ہوئی

سلگتی راہوں پہ سایہ تھا کس کی پلکوں کا
یہ کون کہتا ہے اِس سمت وہ نظر نہ ہوئی

ہر ایک موڑ پہ دل نے تجھے تلاش کیا
کسی بھی لمحے تمنّا یہ منتشر نہ ہوئی

خلش یہ پوچھتا پھرتا ہے آبشاروں سے
کہ کیوں یہ وادیِ گل تیری رہگذر نہ ہوئی

# آٹھ

وہ نظر مہرباں کیا ہوگی
دِل کی دُنیا جواں کیا ہوگی

سُننے والا ہی جب نہیں کوئی
داستاں پھر بیاں کیا ہوگی

ہیں جو پروردۂ خزاں یارو!
اُن بہاروں میں جاں کیا ہوگی

جو سرِ شام ہی بکھر جائے
ایسی محفل جواں کیا ہوگی

جو پلے پستیوں کے ساتھ خلشؔ
اُن کی اُونچی اُڑان کیا ہوگی

## سات

آج پھر زندگی گھبرائی ہے
دُور سے کس کی صدا آئی ہے

دل میں یہ جشنِ چراغاں کا سماں
جیسے یادوں کی برات آئی ہے

کس نے چھیڑا یہ فسانہ میرا
سن کے تقدیر بھی شرمائی ہے

تیری راہوں کو رکھیں گے روشن
دِل جلوں نے یہ قسم کھائی ہے

ہمسفر وہ نہ سہی، یاد اُس کی
مرے ہمراہ چلی آئی ہے

آج پھر اُن کی نگاہوں نے خلشؔ
داستاں پیار کی دہرائی ہے

چھ

ہر قدم گر کے سنبھلنا ہوگا
جانے کتنا ابھی چلنا ہوگا

کسی پیکر میں اگر ڈھلنا ہے
موم کی طرح پگھلنا ہوگا

سامنے جب کوئی منزل ہی نہیں
راستہ روز بدلنا ہوگا

اپنی شہرت کے لیے خوشبو کو
صحنِ گلشن سے نکلنا ہوگا

عشق کی آگ میں تا عمر خلش
دلِ بے تاب کو جلنا ہوگا

نقشِ اُمّید، ابھی تو روشن ہے
در کُھلا ہے شراب خانے کا

کہہ رہے ہیں نگاہ پھیر کے وہ
یوں بدلتا ہے رُخ زمانے کا

دل میں اب صرف ان کا غم ہے خلشؔ
اب نہیں کوئی غم زمانے کا

## پانچ

منتظر ہے بہار آنے کا
یہ بھی دل ہے کسی دِوانے کا

تجھ سے منسوب میرا افسانہ
تُو ہی عُنوان اِس فسانے کا

آج ساقی بھی مہرباں نہ ہوا
آسرا تھا شراب خانے کا

طرزِ فریاد بدلی بدلی ہے
آگیا وقت اُن کے جانے کا

## چار

بستی بستی وادی وادی
ان کو ڈھونڈا، ان کو صدا دی

شمع تھی جو اِک جلتی بُجھتی
اس کی لو یہ کس نے بڑھا دی

آشاؤں کے رنگ محل میں
جانے کس نے آگ لگا دی

سمٹا سہما قفس میں قیدی
یاد کرے اپنی آزادی

ہم نے تو کچھ یونہی کہا تھا
تم نے اتنی بات بڑھا دی

جلتے سلگتے بول خلش کے
ہر دل میں اِک آگ لگا دی

# تین

مجھ سے منزل مری قریب نہیں
ورنہ رستہ مرا رقیب نہیں

یونہی کچھ خواب آ بسے دل میں
قربِ جاناں مرا نصیب نہیں

اِک تعلّق ہے تجھ سے صدیوں کا
جستجو تیری کچھ عجیب نہیں

جانے یہ کون ہے جو لکھوائے
میں تو شاعر نہیں، ادیب نہیں

دولتِ دِل مِلی ہے سب کو خلش
کوئی مفلس نہیں، غریب نہیں

دو

کتنے دن بعد پھر آج اُن سے ملاقات ہوئی
رک گیا وقت، درخشندہ مری رات ہوئی

پھر نگاہوں نے نگاہوں سے سُنا قصّہ شوق
پھر اشاروں ہی اِشاروں میں ہر اِک بات ہوئی

چلتے چلتے انھیں دیکھا تھا سرِ راہ کہیں
آرزو اُن کی اسی دن سے مرے سات ہوئی

کون کہتا ہے میں صحرا میں ہوں، میں تشنہ ہوں
خونِ دل روز بہا، روز ہی برسات ہوئی

درِ میخانہ پہ آسودۂ راحت ہوں خلش
ختم اب میرے لیے گردشِ حالات ہوئی

## ایک

جذبۂ دل کو آزماتا ہوں
آج میں پھر انھیں بُلاتا ہوں

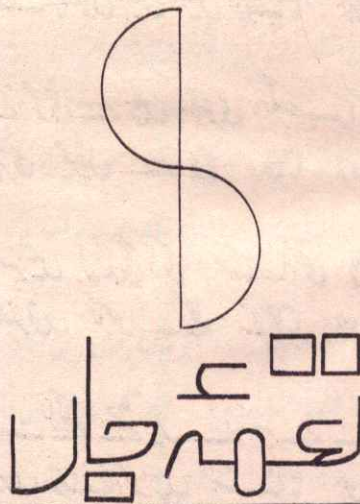
کیوں ترے غم کا نام ہو بدنام
اشک پلکوں میں میَں چھپاتا ہوں

بے رُخی سے میں تیری گھبرا کر
تیری محفل سے دُور جاتا ہوں

حسرتیں زندگی کی ساتھی ہیں
حسرتوں کو گلے لگاتا ہوں

گیت لکھّے تھے میں نے تیرے لیے
کیوں زمانے کو میں سُناتا ہوں

تو خلشؔ! خود کو دیکھ لو مجھ میں
آئینہ خود کو میں بناتا ہوں



غزلیں

خلش دہلوی شاعری کی مختلف اصناف سے یکساں طور پر دلچسپی رکھتے ہیں۔ اُن کے زیرِ نظر مجموعے کو میں نے جستہ جستہ دیکھا۔ اس میں اُن کی غزلیں، نظمیں، گیت اور قطعات شامل ہیں۔ نظموں میں پابند نظمیں بھی ہیں، آزاد نظمیں بھی اور نثری نظمیں بھی —— ہیئت کے ان رنگا رنگ نمونوں کے ساتھ ساتھ اُن کی شاعری معنوی تنوّع بھی لیے ہوئے ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ مختلف حلقوں کی طرف سے ان کی شاعرانہ صلاحیتوں کا خاطر خواہ اعتراف کیا جائے گا اور ان کے کلام کو قبولِ عام حاصل ہوگا۔

جاں نثار اختر
(یکم جنوری ۱۹۷۰ء)

[دوسرے شعری مجموعے "یہ قربتیں یہ دُوریاں" پر اظہار رائے]

تھر تھراتی ہے فضا کیوں دِل کی
آنکھ کیوں پھر مری بھر آئی ہے
اُن کی خوشبو میں بسی نرم ہوا
اُن کے آنے کی خبر لائی ہے

یا پھر یہ شعر:

بس ایک گوشے میں ہے چاندنی، جہاں تم ہو
جو ویسے دیکھیے چاروں طرف اندھیرا ہے

اور کہیں کہیں پروازِ فکر کے مناظر بھی دِل کو اپنی طرف کھینچتے ہیں:

خزاں کا دَور بھی کیا موسمِ بہار بھی کیا
بدلتی رُت ہے کہ تیور کوئی تمھارا ہے

خلش کے سرمایۂ کلام میں غزلوں کے علاوہ نظمیں، گیت، قطعات اور نثری نظمیں بھی ہیں۔ میرے نزدیک خلش غزل کے شاعر ہیں، لیکن بعض نظمیں بھی دِلکش اور جامع ہیں۔ نثری نظم میں کیوں کہ الفاظ اور اظہار و بیان کی مکمل آزادی مِلتی ہے۔ اسی آزادی کے لحاظ سے اس میں گہرائی وسعت اور ابہام بھی ہونا چاہیے۔ نثری نظم کی قدر اسی وقت قائم اور معتبر ہوتی ہے جب اس میں غیر معمولی جذبات، عمیق محسوسات، اچھوتے خیالات اور غیر معمولی تشبیہات استعمال کی جائیں۔

خلش کے کلام پر مسحور کن امکانات قریب و دُور اپنا پرتو ڈال رہے ہیں۔ اس وقت تک خلش نے جو کچھ کہا ہے اس پر نہ قناعت کرنا چاہیے، نہ اکتفا، اس لیے کہ شاعری ایسا فن ہے جس کے سلسلے میں کسی منزل پر نہ قناعت کی جا سکتی ہے نہ اکتفا، شاعری وہ فن ہے جو عمر بھر کی ریاضت چاہتا ہے۔

ساغر نظامی

(۲۰ رمئی ۱۹۷۸ء)

بھی دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کا سینہ رقابت کی آگ سے سُلگ اُٹھے۔ وہ کہتا ہے کہ:

ہر پھول وہی، گلشن بھی وہی، پھیلا ہوا یہ دامن بھی وہی
دامن کو جو پھولوں سے بھر دے ہاتھوں میں مرے "وہ ہات" نہیں

خلشؔ نزاکت پسند ہے، اس کی شاعری کا زیادہ تر حصّہ، نزاکتوں سے پُر ہے۔ غزل ہو یا نظم، وہ رومان کی نزاکت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ یہ رومان کی نزاکت اسے مجبور کرتی ہے کہ وہ الفاظ بھی نازک استعمال کرے، وہ ثقالت سے غیر شعوری طور پر پرہیز کرتا ہے۔ یہ احتراز ارادی نہیں، فطری ہے۔ کبھی کبھی الفاظ کی سادگی اور نزاکت در و بست کی کمزوری کا اظہار بھی کر دیتی ہے۔ مگر وہ بھی معصوم معلوم ہوتی ہے۔ نزاکتِ اظہار یا اظہارِ نزاکت کا ایک منظر نظم "ایک خواب ایک حقیقت" کے اس بند میں دیکھیے:

چال ایسی کہ بھٹک جائے ہوا کا جھونکا
ہونٹ کھولے تو کھنک جائے ہوا کا جھونکا
کہیں آواز جو دے لے تو ٹھہر جائے جہاں
بات کرلے تو بہک جائے ہوا کا جھونکا

اس حُسن کے علاوہ خلشؔ کی غزلوں میں ہمواری نہ سہی مگر گہری سرشاری پائی جاتی ہے۔ مثلاً:

مجھ کو اپنے لیے بے تاب جو دیکھا سرِ بزم
ان نگاہوں کے اشاروں نے مجھے چُوم لیا
بے سہارا مجھے دیکھا نہ گیا ہو شاید
آج خود بڑھ کے سہاروں نے مجھے چُوم لیا

کائنات کی ہر شے میں خلشؔ کو اپنی محبوبہ کی خوشبو معلوم ہوتی ہے۔ ایک قطعہ میں کہتا ہے:

ضروری نہیں کہ ایک شاعر کی محبوبہ شاعری کے اسرار و رموز سے واقف ہو یا شعر وسخن کا ذوق رکھتی ہو، تو اس کو سمجھانا ہی پڑتا ہے چنانچہ خلش اس مرحلے پر کہتا ہے:

شاعری روح کی عبادت ہے
تم بھی سمجھو اسے خدا کے لیے

زندگی جو خود اپنا ایک المیہ ہے۔ اس کا مقابلہ محبّت اور نوجوانی ہی کرتی ہے، ورنہ امیر ہو یا فقیر، سبھی کی زندگی کسی نہ کسی نوع سے عبرتناک اور الم خیز حادثوں میں چور چور ہو جاتی ہے۔ ان حادثوں سے متصادم ہونے کے لیے گاڑھے نشے کی ضرورت ہے، وہ نشہ ہی یہ شعر کہلوا سکتا ہے کہ:

زندگی ہیں، مری وہی لمحے
ان کی محفل میں جو گزار آیا

اس اکتفا میں کتنی شانِ بے نیازی، کتنی سیرابی اور کس قدر اثبات ہے، اس اثبات ہی نے خلش سے کہلوایا ہے کہ:

اِک تعلّق ہے تجھ سے صدیوں کا
جستجو تیری کچھ عجیب نہیں

حقیقی شاعری "واردات" کا نام ہے چاہے وہ واردات کسی عشوہ نواز محبوبہ سے تعلّق رکھتے ہوں یا بھگت سنگھ کی سمادھی سے، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ واردات، کن الفاظ، کس پیرایۂ بیان، کس تاثّر، کس نغمگی کس ہلکی یا اُونچی چیخ کے ساتھ ظاہر ہوئے ہیں، دُکھوں سے اس بھری دُنیا میں اگر کوئی شخص ہمیں غمِ دوراں سے گھڑی بھر کو آزاد کر دیتا ہے، وہ سب سے بڑا آدمی ہے جو خون کو اس درجہ گرما دے کہ ہم آرامِ حیات کا مقابلہ کرنے کے لیے از سرِ نو کمر کس لیں۔

ان دو راستوں میں سے خلش نے پہلا راستہ چُنا ہے، وہ ہمیں بعض اوقات ایسی خلوت میں پہنچا دیتا ہے کہ اگر ہم واقعی حقیقی طور پر اس سے کہیں کہ یہ منظر ہم

کے وجود کو ہلا دیتی ہے۔ ان کے شعر کی حیثیت ان حبابوں جیسی ہے جو سطحِ آب پر اُٹھتے ہیں اور پھر دریا میں تحلیل ہو جاتے ہیں۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ فن کے تمام لوازمات ایک شاعر کے کلام میں موجود ہوتے ہیں مگر جذبے کی وہ شدّت، بے ساختگی، برنائی اور تازگی مفقود ہوتی ہے جو نومولود، اور اُبھرتی ہوئی نوجوان شاعری کا امتیازی حسن ہوتی ہے اور اس طرح وہ تمام فنکارانہ شرائط ایک گنوار عورت کے زیورات کی طرح غیر حسین معلوم ہوتے ہیں۔ وہ گلاب جو ایک خشک شاخ پر کھِلا ہوتا ہے نخلِ گلاب کی اس پتّی کے مقابلے میں خوبصورت نہیں معلوم ہوتا جسے صبحدم اوس کی اچھوتی بوندیں اور سورج کی اوّلین نازک کرنیں اُبھارتی ہیں۔

اوّل اوّل جو خروش محبّت میں ہوتا ہے۔ عروجِ محبّت کی تسلسل زدہ کیفیت کے مقابلے میں کہیں مثبت ہوتا ہے۔ تُند بھی ہوتا ہے نشیلا بھی ہوتا ہے۔ وہ ایک تیر ہوتا ہے، نیم کش جو رگ وپے میں ایک ایسی خلش چھوڑ جاتا ہے جس کی تشریح غالبؔ نے کی ہے:

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیرِ نیم کش کو
یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

خلشؔ کا کلام بھی، خاص کر اس کی غزل اسی منزل کی نشاندہی کرتی ہے:

پھر نگاہوں نے نگاہوں سے سُنا قصّۂ شوق
پھر اشاروں ہی اشاروں میں ہر اک بات ہوئی

(خلشؔ)

اور یہ حادثہ بھی روایاتِ محبّت ہی کا جزو ہے:

غیروں سے پیش آئے وہ کچھ اس خلوص سے
اہلِ وفا خود اپنے سے شرما کے رہ گئے

(خلشؔ)



# پیش لفظ

یہ میرے لیے مقامِ مسرت ہے کہ میں جنابِ خلشؔ دہلوی کے کلام پر اپنے تاثرات کا اظہار کروں۔ جہاں تک تاثرات کے اظہار کا تعلق ہے اس کی نوعیت دوسری ہوتی ہے اور جہاں تک تنقید کا سوال ہے، اس کی دوسری۔ نقاد کی مجبوری یہ ہے کہ وہ ایک حصار میں بیٹھ کر شاعر کے واردات کو پرکھتا ہے جب کہ شاعر کے واردات حصار کو توڑنے اور پھونک دینے والے جوہر سے معمور ہوتے ہیں۔ اور کسی قید و بند کی تاب نہیں لا سکتے۔ یوں بھی موجودہ عہد میں تنقید صرف تعلقاتی رہ گئی ہے۔ میرے خیال سے نقاد کو اپنا نقطۂ نگاہ شاعر پر مسلّط نہیں کرنا چاہیے۔ اس کے کلام کی آتشیں تازگی اور مسحور کن امکانات سے بحث کرنی چاہیے۔ تکمیل کا جہاں تک تعلق ہے کسی بھی فن میں قریب قریب ناممکن ہے۔

دماغی ریاضت اور تزکیۂ روح کے بغیر نہ کوئی شعر کہہ سکتا ہے نہ کوئی شاعر کہلا سکتا ہے، ہمارے دور میں کئی حضرات ایسے ہوتے ہیں جن کی قادرالکلامی کا ہر دل پر سکّہ جما ہوا ہے مگر دراصل وہ شاعر نہیں تھے، محض ناظم تھے۔ نہ ان کے الفاظ میں آگ ہے نہ ان کے بیان میں شعلے ہیں۔ نہ ان کے ہاں وہ کیفیت ہے جو الفاظ کی آگ اور بیان کے شعلوں سے مخلوط ہو کر ناقابلِ بیان تاثیر بن کر قاری

تیری تلاش میں پھرے دیوانہ وار ہم
ہر رہ گزر کے ساتھ تھے ہر رہ گزر سے دُور

تجھ سے حسیں کو اپنی محبّت کا غم دیا
پہروں یہ سوچتے ہیں کہ ہم نے یہ کیا کیا

پوچھتا ہوں خود اپنے آپ سے میں
تم مری زندگی کی آس ہو کیوں؟

ان کی غزلوں میں ایسے اور بھی جواہر پارے آپ کو نظر آئیں گے، پھر قطعات اور متفرق اشعار ہیں، یہاں بھی جگہ جگہ قاری کی نظر رُکتی ہے اور ذہن کچھ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

خلشؔ صاحب ایک اچھّے گیت کار بھی ہیں۔ لتا منگیشکر، اُوشا منگیشکر اور پاکستانی گلوکار سلیم رضا نے اپنی آوازوں کے جادُو سے خلشؔ صاحب کے نغمات کو حسین تر بنا کر عوام تک پہنچایا ہے۔ ان کے کچھ گیت اس کتاب میں بھی شامل ہیں۔

رحمٰن نیّر

مجبوری اور محرومی کے یہ دردناک منظر
اور میں انھیں پیچھے چھوڑتا، روندتا ہوا
اُڑا جا رہا ہوں کامرانی کے خوشنما ہنڈولے میں

اور نظم کے اس حصّے تک پہنچتے پہنچتے مجرم ضمیری کا احساس شدّت اختیار کرلیتا ہے:

جانے کیوں میں ڈرا ڈرا سا ہوں
گھبرایا ہوا، بدحواس، پریشاں سا ہوں
شاید یہ سب کچھ میرا نہیں ہے
جانے کس کا ہے —؟
میں تو انھیں میں سے ایک ہوں
جنھیں راستوں پر چھوڑ آیا ہوں

اس کے علاوہ خلشؔ صاحب کی اور بھی بہت نظمیں ہیں جو اپنے موضوع کے نئے پن اور اپنے پیرایۂ بیان کی دلکشی کی وجہ سے فوراً آپ کی توجّہ جذب کرلیں گی۔ خلشؔ صاحب کی غزلوں کے چند اشعار جنھوں نے مجھے خاص طور پر متاثر کیا، میں یہاں درج کرتا ہوں:

عہدِ غم میں بھی مسکراتے ہیں
آنسوؤں کے دِیے جلاتے ہیں

روزِ ازل سے ہم تمھیں آواز دیتے آئے ہیں
لیکن تمھارے پاس تو سننے کی فرصت ہی نہیں

تمھیں سے ربطِ محبّت، تمھیں سے شوقِ کلام
تمھارے وصل کی خواہش کوئی عجیب نہیں

کا سلسلہ شروع ہوگیا جو آج بھی دِلّی میں بڑے پیمانے پر جاری ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ۵۵ سالہ زندگی کے سفر میں ان کے گرد و پیش کی فضا عموماً غیر ادبی اور غیر شاعرانہ رہی ہے۔ علی گڑھ میں وہ سائنس کے طالب علم تھے لیکن وہاں ایسے حالات ضرور تھے جنھوں نے اُن کے اندر سوئے ہوئے شاعر کو بیداری کا پیغام دیا اور غیر ادبی مشغولیات کے باوجود مشقِ سخن جاری رکھنے کا حوصلہ عطا کیا۔

عام طور پر آسودہ حال شاعروں کی تخلیقات، گہرا اور دیرپا اثر نہیں چھوڑتیں۔ بالفاظِ دیگر ان کی شاعری سطحی اور مصنوعی معلوم ہوتی ہے۔ ایسے شعرا کے تخیّل کی پرواز بھی عموماً غزلیات تک محدود ہوتی ہے۔ لیکن خلش صاحب کی فکر کا کینوس وسیع تر ہے اور پیرایۂ اظہار بھی متنوّع ہے۔ انھوں نے غزلوں کے علاوہ قطعات، پابند اور آزاد نظمیں اور نثری نظمیں بھی کافی تعداد میں لکھی ہیں۔ اُن کی شاعری فوری ردِّ عمل کا خوبصورت اور دلکش اظہار ہے۔ شروع سے آخر تک اُن کے کلام میں غم کی ذیلی لہر اور ایک خاص حزنیہ کیفیت کا احساس ہوتا ہے۔ دراصل شاعری اُس وقت بامعنی بنتی ہے جب اُس میں انسان کی اپنی ذات جھلکنے لگتی ہے۔ دُور بینی، زود حِسی اور شدید احساسِ دردمندی جو خلش صاحب کی شخصیت اور گفتگو تک میں نمایاں طور پر موجود ہے، اسی کو جابجا اُن کی شاعری میں بھی محسوس کیا جا سکتا ہے۔ اس کی ایک بہت بڑی مثال "میں" کے عنوان سے ان کی کامیاب نثری نظم ہے جس کی یہ چند سطریں پڑھ کر دولت و تونگری پر خفّت و ندامت کا احساس جاگ اُٹھتا ہے:

یہ انگارے برساتا موسم اور یہ پت جھڑ کی رُت
ننگی سڑکوں پر سُلگتا کولتار
یہ لُو، یہ تپش ـــــ اور یہ دھرتی کے سوکھے ہونٹ
تلاشِ آب میں سراسیمہ



# حرفے چند

اُردو کے ممتاز تنقید نگار احتشام حسین (مرحوم) کے خیال کے مطابق کسی بھی شاعر اور ادیب کے حالاتِ زندگی اور ذہنی پس منظر سے واقفیت کے بغیر اس کے فن پر دیانتدارانہ تبصرہ ناممکن ہے۔

کچھ لوگ خالص ادبی ماحول میں پرورش پاتے ہیں۔ علم و فن کے میدان میں کافی عرصے تک سرپرستی اور رہنمائی بھی میسّر آتی ہے۔ اس کے برعکس وہ لوگ ہیں جن کا ماحول ادبی نہیں۔ عملی زندگی میں قدم رکھنے کے بعد انھیں غیر شاعرانہ اور خشک مسائل سے دوچار ہونا پڑتا ہے لیکن اُن کے وجود میں ایک فنکار چُھپا ہوتا ہے جو لاکھ مشکلات جھیل کر بھی اپنی شناخت کراتا ہے۔ خلش دہلوی کا شمار بھی دوسری قسم کے فنکاروں میں ہے اور میری رائے میں ایسے فنکار زیادہ عزّت اور احترام کے مستحق ہیں۔

خلشؔ دہلوی کا آبائی وطن پنجاب ہے۔ ۱۹۳۵ء میں بَراوالامیں پیدا ہوئے۔ دِلّی میں ابتدائی تعلیم پائی۔ علی گڑھ یونیورسٹی سے بی ایس سی کیا اور پھر اندور میں انجینیئرنگ کی تعلیم کے بعد ان کی زندگی میں کاروباری مصروفیات

# آئندہ صفحات میں

بیٹی سنگیتا عرف گیتو

کے نام



تری تلاش بھی اُمّید بھی تمنّا بھی !
سبھی تو پاس ہیں، دل کیوں اُداس رہتا ہے

خلشؔ دہلوی

اشاعت : ۱۹۹۰ء

قیمت : پچاس ۵۰ روپے
کتابت : تنویر احمد
سرورق : رزّاق ارشد
طباعت : اے ون آفسیٹ پرنٹرز، نئی دہلی

زیر اہتمام
ارشد علی خاں

ملنے کے پتے :

۱۔ نازش بک سینٹر، ۷۔۳۲۰، پھاٹک تیلیان، ترکمان گیٹ، دہلی ۱۱۰۰۰۶
۲۔ نازش بک سینٹر، گھیر میر عالم خاں، اندرون نائب صاحب کی نال، ٹونک ۳۰۴۰۰۱
۳۔ موڈرن پبلشنگ ہاؤس، ۹ گولا مارکیٹ، دریا گنج، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲
۴۔ بیسویں صدی پبلیکیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ، سبھاش مارگ، دریا گنج، نئی دہلی ۲

# حرف و نوا

خلشؔ دہلوی

نازش بک سینٹر
دہلی، ٹونک



HARF-O-NAWA [POETRY] BY. KHALISH DEHLAVI 50/-



خلش دہلوی

حرف و نوا

خلش دہلوی



خلش
دہلوی

